



مجلس مرکزی

حزب الانصار کی اکیسویں عظیم الشان سالانہ تبلیغی

* کانفرنس *

قارئین شمس الاسلام کو اس مژدہ جانفزا سے خورسند کیا جاتا ہے کہ
حزب الانصار کی اکیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس بتاریخ ۲-۳-۴ مارچ ۱۹۵۱ء
مطابق ۲۳-۲۴-۲۵ جمادی الاول ۱۳۷۰ ہ بموافق ۱۹-۲۰-۲۱ بھاگن
سمت ۲۰۰۷ بروز جمعہ - ہفتہ - اتوار کو انشاءالہ العزیز جامع مسجد بھیرہ
میں منعقد ہوگی جس میں مشائخ عظام کے علاوہ پاکستان کے بہترین خطیب و
مقررین تشریف لائینگے۔ مندرجہ بالا تاریخوں کو نوٹ فرما لیں خود بھی شامل
ہوں اور اپنے دوستوں کو جلسہ کی تاریخوں سے آگاہ کریں۔

غلام حسین ناظم مجلس استقبالیہ حزب الانصار بھیرہ (پاکستان)

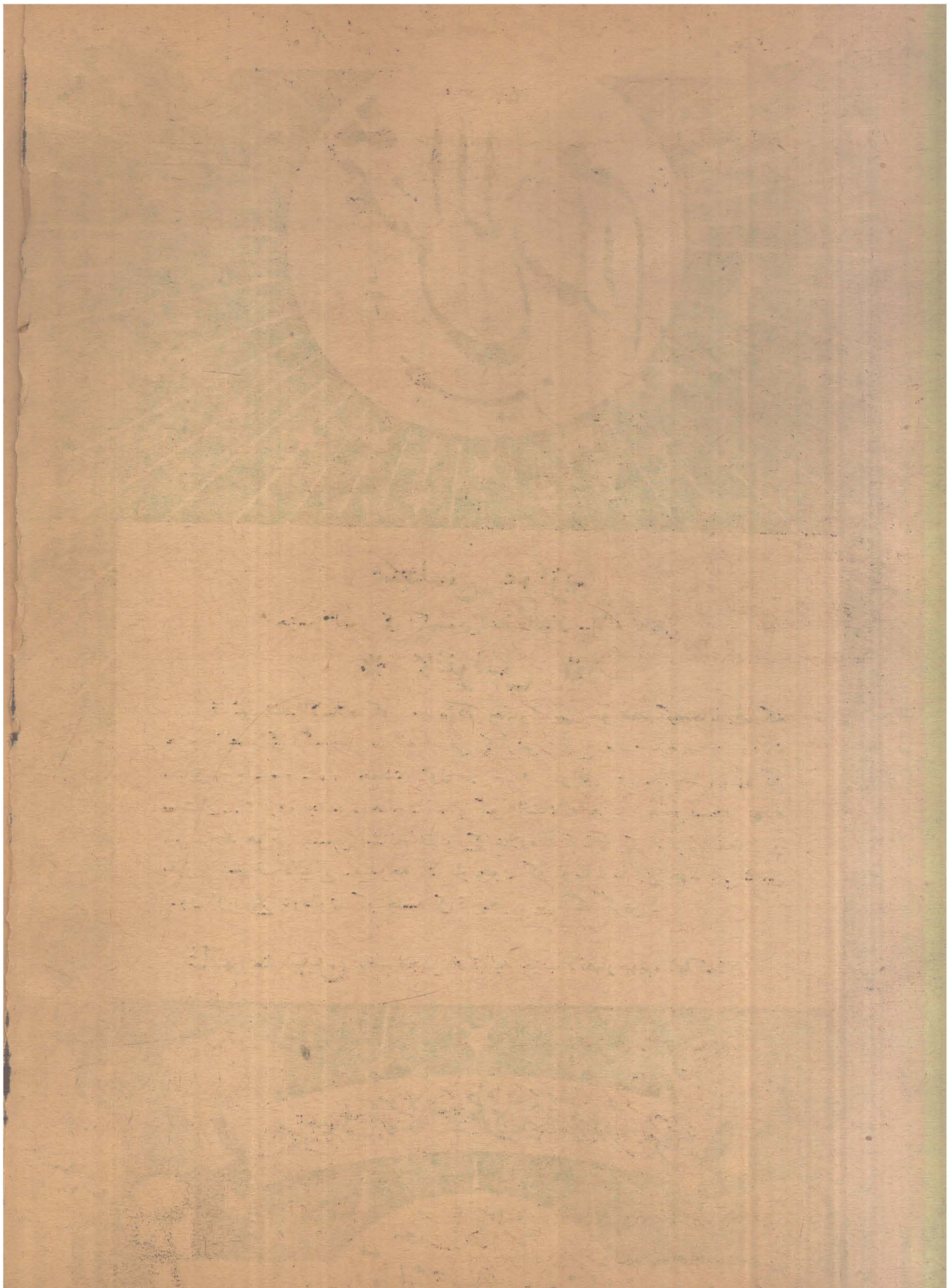
پیامِ گرامر حضرت نوح علیہ السلام
نوح علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم

تحت لادارہ

مرکز الحکام فقہاء اہل حق و عدل

مدیر مسئول
غلام حسین

غلام حسین
مدیر مسئول



پندرہ سالہ
جمادی
محرم
۱۳۷۷ھ

(بھیرہ پاکستان)

شمس السلام

ہر انگریزی ماہ کی گیارہ تاریخ کو
پابندی وقت کے شائع ہوتا ہے

ترسیل درخط و کتابت کا قیام

پاکستان

پندرہ سالہ
جمادی
محرم
۱۳۷۷ھ

ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل الہی محمد المجید صاحبان
کدیشن ایجنٹس ایف نواب مسجد ٹریڈ بیس (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں۔

جلد ۲۲

جمادی الاول ۱۳۷۷ھ مطابق فروری ۱۹۵۷ء

شمارہ ۲

نفس	لکھنے والے
بزم انصار	ایڈیٹر
شذرات	مولانا سید سیاح الدین صاحب
تعلیمات اسلامی	ایڈیٹر
باب الحدیث	"
منتخبات القرآن	مولانا محمد زاہد صاحب الحسینی
حضرت ابو عبیدہ بن الجراح	مولانا معین الدین صاحب ندوی
تذکرۃ الکرام
حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم غیب	مولانا قاضی ابوالنور محمد فاضل صاحب
عام عربوں کی اقتصادی حالت	مولانا سید سیاح الدین صاحب
تجربات (نظم)	محترم فیض صاحب لودھیانوی
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اسلام	مولانا سید نذیر الحق صاحب میرٹھی
تحقیق مذہب چیر کیلئے ضروری ہدایات	حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی
حضرت عمر رضی اور گدا (نظم)	صاحبزادہ محمد عمر صاحب رتن پیران

بزم انصار

اکیسواں سالانہ جلسہ

ترتیب الانصار بھیرہ کی اکیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس بتاریخ ۲-۳-۴ مارچ ۱۹۹۰ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار کو ہونی قرار پائی ہے جس میں مندرجہ ذیل مشائخ عظام اور علماء و کرام کو دعوت جلسہ دی جا رہی ہے :-

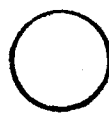
- | | |
|---|--|
| (۱۸) مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل | (۱) حضرت زبدۃ العارفین خواجہ محمد نظام الدین صاحب مدظلہ شریف |
| (۱۹) مولانا عبد الرحمن صاحب میانوی | (۲) حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ محمد قرار الدین صاحب مدظلہ نشین سیال شریف |
| (۲۰) مولانا پیر سید محمد شاہ صاحب | (۳) حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی |
| (۲۱) مولانا الحاج فضل الہی صاحب | (۴) حضرت پیر سید میر احمد غوث شاہ صاحب سجادہ نشین ترمذی شریف |
| (۲۲) مولانا حبیب الرحمن صاحب | (۵) حضرت صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب سجادہ نشین رشتہ شریف |
| (۲۳) مولانا محمد امیر الدین صاحب | (۶) حضرت مولانا محمد حنیف صاحب سجادہ نشین کوٹ مومن |
| (۲۴) مولانا محمد نذیر صاحب | (۷) حضرت مولانا محمد نعیم صاحب مدنی |
| (۲۵) مولانا الحاج محمد عالم صاحب | (۸) مولانا نصر اللہ خان صاحب عزیز مدیر کوثر لاہور |
| (۲۶) مولانا محمد یونس صاحب | (۹) مولانا پیر زاہد محمد بہاؤ الحق صاحب قاسمی |
| (۲۷) مولانا غلام محمد صاحب ترجم | (۱۰) مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجر آبادی |
| (۲۸) مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری | (۱۱) مولانا محمد اکرم صاحب قطبی ملتان |
| (۲۹) مولانا محمد امین صاحب کوئی | (۱۲) مولانا درویش محمد صاحب احمد پور سیال |
| (۳۰) مولانا محمد رفیق صاحب | (۱۳) مولانا لال حسین صاحب اختر |
| (۳۱) مولانا شاہ محمد صاحب | (۱۴) مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی |
| (۳۲) مولانا سید رسول و مولوی تاج رسول صاحبان | (۱۵) مولانا محمد علی صاحب ملتان |
| (۳۳) مولانا محمد اکرم صاحب | (۱۶) مولانا ابو سعید محمد شفیع صاحب سرگودھا |
| (۳۴) مولانا قاضی عبدالقادر صاحب بھارباں | (۱۷) حضرت صاحبزادہ مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین رشتہ شریف |
| (۳۵) مولانا حافظ سید عبدالرحمن شاہ صاحب ملتان شہر | |

دائیں سرخ نشان سالانہ چند ختم

ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا

رسالہ بذریعہ وی۔ پی آر سال ہوگا۔ جس کے ذائقہ

اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نہ تو اطلاع دیں۔ خدا دادی۔ پی واپس فرار کیا سلامی ادائے کو نا حق نقصان نہ پہنچائیں، خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (غلام حسین منیجی)



سرخ نشان

نشاد

(مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل)

الحاج خواجہ ناظم الدین صاحب کا موعظہ حسنہ

ماہ دسمبر میں جب ہمارے گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین صاحب مشرقی پاکستان کے دورہ پر تشریف لے گئے تھے۔ تو کوئٹہ کی جمعیت علمائے اسلام نے آپ کی خدمت میں ایک سپانڈنامہ پیش کیا جس میں اسلامی نظام کا مطالبہ پیش کیا گیا تھا۔ سپانڈنامے کا جواب دیتے ہوئے الحاج خواجہ صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر لوگ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے لگیں تو خود یہ خود اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ آپ نے اپیل کی کہ لوگ دستور سازی کا انتظار نہ کریں۔ بلکہ اپنی زندگیوں کو اسلامی رنگ میں رنگیں۔ لوگوں کے کردار ہی سے پاکستان میں اسلامی حکومت بن سکتی ہے۔

گورنر جنرل کا یہ موعظہ حسنہ بصد شکر یہ قابل قبول اور سرائیکوں پر۔ لیکن ایک بات ضرور سمجھنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا اس ”اسلامی حکومت“ پاکستان کے وزراء، گورنر، اور دوسرے کارکنان حکومت اور اراکین سلطنت، سیاسی جماعتوں کے صدر اور سیکرٹری اور دوسرے عمائدین، کیا ان لوگوں میں داخل نہیں جن کے لئے اسلامی تعلیمات پر عمل کو نا ضروری ہے؟ اور جو کہ اپنی زندگیوں کو اسلامی رنگ میں رنگیں تو ان کے کردار سے اسلامی حکومت بن سکتی ہے؟ اگر یہ لوگ مستثنیٰ نہیں۔ اور ان کے استثنائے کو ٹی وجہ نہیں۔ تو پھر بتا دیا جائے کہ پاکستان بننے کے بعد ان لوگوں نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کیا تبدیلی پیدا کی ہے۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو، اپنے خاندان

کو، اپنے حلقہٴ اقتدار کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی کب اور کونسی کوشش کی ہے؟ بلکہ روزانہ کے واقعات و معاملات کو دیکھا جائے تو نہ صرف یہ کہ اس طبقہ نے اسلام کو فروغ دینے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ منظم سعی و جدوجہد اس بات کی کی ہے۔ کہ اس ملک میں اسلامی تعلیمات پر عمل نہ ہو۔ لوگ اسلامی رنگ میں رنگیں نہ ہو سکیں۔ اور اسلامی کردار زندگی کے کسی شعبہ میں بھی نمایاں نہ ہوں۔ خدا کے احکام کو علانیہ پوری برأت کے ساتھ توڑا جائے اور فحشاء و منکر اور بے پردگی دے حیائی کو پورا فروغ حاصل ہو جائے۔ ہمارے مرد بھی اسی رنگ میں رنگ جائیں جس رنگ میں یورپ و امریکہ کے خدا ناسناس اور ملحد قومیں رنگ چکی ہیں۔ اور ہماری عورتیں بھی ترقی و تہرج کی اس راہ پر ننگے بازوؤں اور عریاں اُبھرے سینوں کے ساتھ مردانہ وار گامزن ہوں جس بے حیائی کے راستہ پر امریکہ و یورپ کی خلیع العذار عورتیں چل کر سوا ہوئی ہیں۔ اور اسی لئے ”اکابر“ کی سرپرستی میں مینا بازار لگائے جاتے ہیں۔ اور مغلی دور کے فاسقانہ کردار کو اسلامی آرٹ اور اسلامی تہذیب کے نام سے زندہ کیا جا رہا ہے۔ اور سرکاری تقاریب میں اکثر اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ کہ مخمور آنکھوں، بھڑے بالوں، عریاں سینوں اور لچکتی کمر کی ٹوئیاں بھی شامل ہوں۔ اور پرستان کا سا سماں نظر آئے۔ اور ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر برقعہ کی عادت کبھی ہو بھی مگر اس دعوت کی شہوت کے لئے برقعہ مگر چھوڑ کر کھلے منہ آنا شرط ہے۔ یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے میحض سوء ظن اور

سیلاب زدگان کی امداد کیلئے عظیم الشان رقص و سرود

اور اسلامی مزاج سے وہ کس قدر دور ہیں۔ سیلاب زدگان کی امداد کے لئے طریقہ کیا اختیار کیا گیا ہے وہ ذرا دیکھیے۔ ہر نوے وقت ۲ جنوری صبح ۹ پر ”سیلاب زدگان کی امداد کے لئے عظیم الشان رقص و سرود“ کے عنوان سے ایک سرکاری اشتہار شائع کیا گیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ

”وائی ایم سی۔ اے ہال مال روڈ لاہور ۲-۳-۴-۵ جنوری ۱۹۵۷ء ہر روز ۶ بجے سے ۹ بجے شام تک۔ اس کو کرواتے جاڑے میں سیلاب زدگان کی پوری پوری امداد ہم سب کا فرض ہے۔ آپ کی دو گھڑی کی تفریح ہزار ہا جانوں کو بچا سکتی ہے۔ خود بھی تشریف لائیے اور اپنے احباب کو بھی شریک کیجئے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور کی زیر نگرانی پنجاب فیلڈ ریلیف فونڈ میں یہ آمدنی دی جا رہی ہے جنوبی ہندوستان کے مشہور رقص و سرود تھریل دفعہ پاکستان میں اپنے بہترین رقص پیش کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ ببل پنجاب اور مشہور غنیمت سن قلیم سلم مشہور فلمی کامیڈین مسٹر ظریف اور ان کے علاوہ شمشاد اختر۔ سلطان مسرت۔ وفلم اسٹار نسیم اختر۔ مریم چودھری اور امداد حسین مفید دلپے بیک سنگر وریڈیو سنگر، پیش کش سید حسن۔ تنظیم کار آغاز۔ ایس۔ حسن منصور موسیقی اے۔ آر۔ درما۔ نوٹس، بیس مختلف مختلف زرق برق لباس میں آپ کو حیرت میں ڈال دیں گے۔ ایک بار ضرور تشریف لائیے۔ شرح ٹکٹ ۱۲/۱۰ - ۵/۴ - ۴/۶ - ۲/۱۳ - ۲“

معلوم نہیں کہ ڈپٹی کمشنر صاحب اور دوسرے حضرات تنظیم ”عظیم الشان رقص و سرود“ کو خراجہ ناظم الدین صاحب کے اس ”موعظہ حسنہ“ کے ”لوگوں“ میں داخل ہیں یا نہیں۔ کیا ختم خواہ صاحب نے اپنے اختیارات خصوصاً سے ان لوگوں کو

پنجاب میں عظیم الشان اور ہونڈاک سیلاب آیا۔ جس سے لاکھوں لوگوں کو ہر طرح کی تکلیف پہونچی۔ اس مصیبت میں قوم نے حتی الوسع انسانی اور اسلامی ہمدردی سے کام لیا۔ اور امداد و اعانت کی۔ عام لوگوں سے زیادہ ذمہ داری حکومت کی تھی۔ چنانچہ حکومت نے بھی کم و بیش ہر علاقہ میں امداد پہونچائی۔ لیکن چونکہ مصیبت بہت زیادہ اور عام تھی اور بہت علاقہ تباہ و برباد ہو چکا ہے اس لئے اب بھی ان لوگوں کی دستگیری کی ضرورت ہے۔ اس موقع پر امداد کا صحیح اسلامی طریقہ یہ تھا کہ خدا و رسول کی رضا مندی کا واسطہ دیکر اور آخرت کے ثواب کی رغبت دلا کر عام مسلمانوں سے امدادی چندہ کی بار بار اپیل کیجاتی۔ تاکہ اس طرح سے ایک طرف تو مصیبت زدہ بھائیوں کی کچھ امداد ہو جاتی اور دوسری طرف قوم کی صحیح اخلاقی تربیت ہو جاتی۔ اور لوگوں کے ذہنوں کو اتفاق فی سبیل اللہ اور اجرا آخرت کے لئے کام کرنے سے زیادہ سے زیادہ مانوس کر دیا جاتا۔ اور مسلمانوں نے ہمیشہ ایسے مواقع میں چندہ دیتے ہیں۔ اور اپنی استطاعت کے مطابق بخوشی حصہ لیا ہے۔ پھر اگر اس طریقہ سے بھی ضرورت پوری نہ ہوتی تو حکومت بڑے بڑے زمینداروں، کارخانہ داروں، جاگیرداروں، نوابوں پر ٹیکس لگا دیتی۔ اور ان کے اموال میں جو غریبوں اور مفلوک الحال لوگوں کا شرعی حق ہے وہ ان سے وصول کیا جاتا۔ نیز حکومت کے بڑے بڑے افسروں کی گراں قدر تنخواہوں اور الاؤنسوں میں تخفیف کر کے روپیہ بچانے سے بھی بہت کام ہو سکتا تھا۔ لیکن افسوس کہ کارکنان حکومت نے ان مفید اور صحیح طریقوں کو چھوڑ کر ایک ایسے طریقہ سے امدادی رقم اکٹھا کرنے کی کوشش شروع کی ہے جو شرعاً ناجائز اور قوم کے لئے تباہ کن ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے موجودہ قائدین اور حکام کس انداز سے سوچنے کے عادی ہیں

ہو۔ اُس کو بھی کراچی اذانیں کر دکھانے کا وعدہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہی نظریہ یہاں بھی پیش نظر رکھ کر خوب خوب پھیلاؤ سے کام لیا گیا ہے۔ ورنہ مسلم لیگ کی وزارت نے اس پنجاب میں پہلے کیا کر کے دکھایا ہے اور کس منشور اور کس وعدہ پر عمل کر چکی ہے۔ احبابِ مرکز میں اُن وعدوں کا کیا انجام ہو رہا ہے جو قیامِ پاکستان سے قبل کئے گئے تھے۔ اور خصوصاً قراردادِ مقاصد کا کیا حشر ہو رہا ہے جو اسلامی نظام کے قیام کے سلسلہ میں سب سے اہم اور مضبوط عہد و پیمان اور وہ دارانہ منشور عمل ہے۔ اس لئے اب اس میں تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ سائے وعدے ”مواعیدِ عروہ“ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان حضرات کے سابقہ اور موجودہ کردار و عمل کو دیکھ کر بالکل سچا طور سے کہا جاسکتا ہے کہ

گافتا مواعیدِ عروہ لہما مثلاً
وما مواعیدُ ہا الا بالاطیل

اس لئے ہم کو منشور کے دوسرے اجزاء کے متعلق کہنے سے نہ کوئی دلچسپی ہے۔ نہ اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ البتہ ایک بات کو دیکھ کر بار بار تعجب ہوتا ہے کہ یہ ہو لکھا گیا ہے کہ۔

”ہمارے اسلام ہی وہ کوئی ہے جس پر ہم اپنی پالیسی اور لائحہ عمل کو پرکھیں گے جن چیزوں پر اسلام پابندی لگاتا ہے ہم اُن کو ٹھکرائیں گے اور جن چیزوں کو اسلام نے تعین کیا ہے۔ ان کا نفاذ ہمارا مقدس فریضہ ہوگا“

کس جرأت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس اس بہت بڑے دعوے کے ثبوت کی دلیل کیا ہے۔ قارئینِ کرام میں سے ہر شخص اپنے اپنے ماحول اور اپنے اپنے علاقے

جس سوراخ سے ایک دفعہ ہم کو ڈسایا پھر اس کے قریب بھی کیوں جائیں۔ اس لئے ہم مسلم لیگ کو ووٹ نہیں دیں گے۔ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ عام مسلمان اس دفعہ اس حدیث پر ضرور عمل کریں گے۔ اور وہ اس سوراخ سے دور ہی رہیں گے۔ اور حقیقتہً ایمان کا بھی تقاضا یہ ہے اور اس جہل و نادانی کی آڑ کو ضرورت ہے کہ آزماتے ہوئے کو پھراڑ دیا جائے۔ اور مجرب کو تجربہ کر کے پھر نادم و پشیمان اور خبتہ و پریشان ہوں۔

منشورِ انتخاب کے وعدے | انتخابی مہم شروع ہونے کے بعد سیاسی جماعتوں کی طرف سے منشورِ انتخاب شائع ہونے کی مہم بھی شروع ہو گئی ہے۔ اور تمام جماعتیں خوش آئند وعدے اور پاکستان کو جنت ارضی بنانے کے اعلانات کر کے اپنا حقِ انتخاب ثابت کرنے لگی ہیں۔ مسلم لیگ کا دعویٰ ہے کہ وہ سب سے بڑی اور نایندہ جماعت ہے۔ اس لئے مسلم لیگ کی طرف سے منشورِ انتخاب بھی سب سے زیادہ طویل و عریض اور ہر طرح کے وعدوں پر مشتمل شائع ہوا ہے۔ اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ کہ اگر ہم کو ووٹ دیکر کامیاب کرو گے تو ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے۔ الغرض جس قدر بھی بہترین اور دل خوش کن امیدیں ہو سکتی ہیں وہ سب کچھ ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب وعدہ کرتے وقت ہی دل میں یہ طے کیا جاتے کہ جو کچھ وعدہ کروں گا یہ ضروری نہیں کہ پھر کام نکالنے کے بعد پورا بھی کروں۔ اور پورا نہ کرنے کی صورت میں کسی قسم کی شرمندگی کی بھی ضرورت نہیں۔ سیاسی اور انتخابی وعدے پورا کرنے کے لئے نہیں ہوئے کرتے تو پھر کھلے طور سے جتنے وعدے چاہو کئے جاسکتے ہیں۔ اور جس کی توقع مخاطب کے حاشیہ خیال میں بھی نہ ہو بلکہ ناممکن سی بات

کے اکابر مسلم لیگ اور ارباب بست و کشا پر نظر ڈالے کہ کیا وہی ان حضرات کے ہاں اسلام ہی کسوٹی ہے۔ اور انہوں نے اب تک اپنی پالیسی اور لائحہ عمل کو اس کسوٹی پر پرکھ کر اختیار کیا ہے۔ اور اسلام کی منہیات پر انہوں نے پابندی لگا دی ہے۔ اور اسلام کے مامور بہ احکام کو نافذ کیا ہے۔ اگر ایسا نہیں۔ اور یقیناً بحیثیت مجموعی ایسا نہیں۔ تو پھر یہ دعویٰ ایسے لوگوں کے سامنے جو ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں سے ہر طرح باخبر ہوں کس قدر جرات اور کف پر غار وارد کی مثال ہے۔

اس ”مقدس فریضہ“ کو ادا کرنے والوں کے اس قسم کے واقعات کی کمی نہیں کہ انہوں نے منشور انتخاب کے اس دعویٰ کو خود ہی برسرِ عام اپنے عمل سے باطل قرار دیا ہو۔ اکثر یہی معلوم ہوا ہے کہ ہر نگاہ مشفق و مجبور کی زینت اور ہر محفل ناؤ فوش میں شریک بلکہ اس کے بانی انہی حضرات میں سے ہوتے ہیں۔ شاید قارئین کو اس نے چٹان اور قندیل میں وہ ساری روٹا دپڑھی ہوگی جو امرِ تسر والی مشہور مغنیہ مختار کی لے پالک فریدہ عرف نیلی کی سالگرہ منانے کی تقریب کے متعلق شائع ہوئی تھی۔ اس محفل فسق میں کون لوگ تھے ؟ اکثریت اُن لوگوں کی تھی۔ جو کاغذی منشور کے ذریعہ بھولے بھالے مسلمانوں کو پھر عام فریب میں پھنسانے کے لئے اعلان کر چکے تھے کہ ”جن چیزوں پر اسلام پابندی لگاتا ہے ہم ان کو ٹھکرائیں گے“ چنانچہ اس منشور کے ناشر خصوصی جناب چودھری محمد اقبال چیمہ جنرل سیکرٹری صوبہ مسلم لیگ بہ نفس نفیس شریک محفل اور زینت مجلس تھے۔

ہمیں خود افسوس ہوتا ہے کہ ہم ان صفحات میں اپنے ان معاشیوں کے اعمال پر تنقید کر رہے ہیں۔ مگر کیا کیا جاتے۔ سیاسی اغراض اور ذاتی لیڈری اور وقار کے لئے

اسلام پر جو ظلم عظیم ہو رہا ہے اس کو دیکھ کر خاموش رہنا بھی تو جرم عظیم ہے۔ ان لوگوں نے مقدس مذہب اسلام مقدس کتاب قرآن مجید اور مقدس پیغمبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اغراض کے لئے آلہ کار بنانا سیاست دانی سمجھا ہے۔ اور ہر موقعہ پر دین سے کھیلنے اور اس طرح ان مقدس ناموں کا استخفاف کرتے ہیں۔۔۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ حقیقت کو واضح و آشکار طور سے بیان کریں۔ اور فریب کاری کے پردوں کو چاک کیا کریں۔ اللہ شاہد ہے کہ اس میں کوئی ذاتی غرض نہیں اور نہ کسی فرد یا جماعت کے ساتھ خواہ مخواہ کی دشمنی اور عداوت ہے۔

وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُولُ وَكِيلٌ +

لیڈر اور نماز | آئندہ ملتان میں ایک بہترین شاعر ہے۔ اور اکثر حقائق و عجیب کو

نظم کے لباس میں پیش کرتا ہے۔ اُس نے اقبال مرحوم کے ان اشعار کو دیکھ کر کہ آگیا عینِ لطافتی میں اگر وقت نماز۔ قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز + اس قوم حجاز کے جانشینوں یعنی عصر حاضر کے مسلمانوں کا خوب نقشہ نظم میں بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے

آگیا جلسہ قومی میں اگر وقت نماز + حضرت صدر کچھ اس طرح ہونے لگا
ختم کرتا ہوں حقیر کا مضمون دراز + کہ جھکا میں خالق پر سحر و جاد
کہہ کے یہ بات بڑھے صدر تو موڑ کی طرف
لوگ بھی چل دیئے مسجد کے عوض گھر کی طرف

آئندہ معاصرانہ واقعی حقیقت حال کا خوب نقشہ کھینچا ہو۔ ہماری طرح آپ کا بھی بار کا تجربہ ہو گا کہ جلسوں میں نمازیں ہضم کی جاتی ہیں۔ نہ سٹیج پر بیٹھے ہوئے لیڈروں اور رہنماؤں ملک و ملت کو یہ خیال ہوتا ہے اور نہ سامعین کو۔ کہ نماز کا وقت آیا۔ اور گزر گیا۔ بلکہ یہ سب مسلمان اور پاکستان میں

نظام اسلامی کے قیام کے دعویدار ذکر آتی سے غافل جلسہ کی کارروائی میں مشغول و منہمک رہتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ لوگ یہ یقین ہی نہیں رکھتے کہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من ترک الصلوۃ متعلّیٰ فقد کفر۔ اور فقد برئت منہ ذلک اللہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی جو قصد نماز چھوڑے وہ کفر کے قریب پہنچ گیا۔ یا یہ کہ اُس شخص سے اتنی ذمہ داری اٹھ گئی۔ اور اس کی جان و مال کی وہ حرمت اٹھنے لگی ہے جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس تک اُسے حاصل تھی۔ اسلام سے پوری عملی بغاوت کے باوجود بھی اب تک ان لوگوں کو اسلام کی غائبنگی اور مسلمان قوم کی قیادت و رہنمائی کا مقام حاصل رہا ہے۔ اس لئے وہ غاروں کو ضائع کرتے ہوئے بھی یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اسلام کے محافظ اور اس ملک میں قانون اسلام کو نافذ کرنے والے ہیں۔ اور ان کے ان دعاوی کو سنا اور مانا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے وَمَنْ ضَلَّ عَنْهُمَا سَبِيلًا سَبَّحَ بِهَا وَصَبَّحَ بِهَا یعنی جو شخص نماز کو ضائع کرے وہ دوسرے امور کو بھی یونہی اس سے بڑھ کر ضائع کرنے والا ہوگا۔ اکبر مرحوم کے دو شعر یاد آگئے۔ ۵

وہ وقت اٹھ گئی جب دل سے آئیں حمازی کی
امام قوم بننے کو ضرورت کیا نہ سازی کی
بتوں سے اب تو ہیں سرگوشتیان واعظ کی محفل میں !
نہ کوئی مجلس کی بات سنتا ہے نہ رازی کی
اسد صاحب نے جس طرح فرمایا ہے ٹھیک ایسا ہی
واقعہ گذشتہ دنوں لائل پور کے ایک انتخابی جلسہ میں پیش آیا۔
موجودہ برسرِ پیکار جماعتوں میں سے ایک جماعت کی طرف سے

جلسہ منعقد ہوا۔ ساڑھے تین بجے سے ایک بزرگ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ اسی دوران میں قریبی مسجد سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے اذان کی صدا بلند ہوئی۔ چند نمازی اٹھ کر نماز پڑھنے چلے گئے۔ گروہ بزرگ پورے جوش و خروش کے ساتھ سامعین کو اپنی طرف متوجہ کئے ہوئے گر جتے رہے۔ وقت گزرتا گیا۔ قرص آفتاب متغیر ہونے لگا۔ مگر نہ مقرر صاحب کو نماز یاد تھی۔ نہ دوسرے اُن لیڈران کرام کو جو وہاں تشریف فرما تھے۔ اور نہ عام حاضرین جلسہ کو۔ آخر مغرب سے کچھ دیر قبل ارشاد فرمایا کہ ابھی بہت کچھ کتنا باقی ہے۔ اور دوسرے حضرات اور خصوصاً غلام صاحب کی اہم تقریر تو نو سو سکی۔ لیکن اب مغرب کی نماز کا وقت ہونے لگا ہے (عصر تو بالکل بھول گئے) اب نماز کے لئے جلسہ برخاست کیا جاتا ہے۔ غلام صاحب عشاء کے بعد تقریر فرمائیں گے۔ جلسہ ختم ہوا اور لیڈر حضرات اپنی موٹر کی طرف چل دیئے۔ اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو۔ شاید مسجد میں نماز ادا کرنے کے لئے بطور غائبانہ ۵ فیصدی گئے ہوں۔ اسکے تین چار روز بعد پھر آقا پاکستان پارٹی کا جلسہ تھا۔ میان افتخار الدین صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ وہاں بھی یہی صورت حال پیش ہوئی۔ عصر کا وقت گزرتا رہا اور جلسہ کی کارروائی جاری تھی۔ مگر خیر اُن سے شکایت بھی اس لئے نہیں کہ انہوں نے اپنی پارٹی کے منشور میں بھی اس چیز کو واضح کیا ہے اور تقریر میں بھی صاف صاف کہا کہ ہم اسلام کا نہ نام لینا چاہتے ہیں۔ نہ ہم صالح اور نیک ٹینڈو اور نمازیوں کو قیادت سپرد کرنے کے حق میں ہیں۔ ان سیاسی میدانوں میں آنا نیک لوگوں کا کام ہی نہیں۔ ہم تو صرف اقتصادی پروگرام پیش کرتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ پاکستان میں عوام کی حکومت ہو۔ اور دنیا کی عوامی

نظام اسلامی کے قیام کے دعویدار ذکر آتی سے غافل جلسہ کی کارروائی میں مشغول و منہمک رہتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ لوگ یہ یقین ہی نہیں رکھتے کہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے من ترک الصلوۃ متعلّیٰ فقد کفر۔ اور فقد برئت منہ ذلک اللہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ یعنی جو قصد نماز چھوڑے وہ کفر کے قریب پہنچ گیا۔ یا یہ کہ اُس شخص سے اتنی ذمہ داری اٹھ گئی۔ اور اس کی جان و مال کی وہ حرمت اٹھنے لگی ہے جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس تک اُسے حاصل تھی۔ اسلام سے پوری عملی بغاوت کے باوجود بھی اب تک ان لوگوں کو اسلام کی غائبنگی اور مسلمان قوم کی قیادت و رہنمائی کا مقام حاصل رہا ہے۔ اس لئے وہ غاروں کو ضائع کرتے ہوئے بھی یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ اسلام کے محافظ اور اس ملک میں قانون اسلام کو نافذ کرنے والے ہیں۔ اور ان کے ان دعاوی کو سنا اور مانا جاتا ہے۔ حالانکہ حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے وَمَنْ ضَلَّ عَنْهُمَا سَبِيلًا سَبَّحَ بِهَا وَصَبَّحَ بِهَا یعنی جو شخص نماز کو ضائع کرے وہ دوسرے امور کو بھی یونہی اس سے بڑھ کر ضائع کرنے والا ہوگا۔ اکبر مرحوم کے دو شعر یاد آگئے۔ ۵

وہ وقت اٹھ گئی جب دل سے آئیں حمازی کی
امام قوم بننے کو ضرورت کیا نہ سازی کی
بتوں سے اب تو ہیں سرگوشتیان واعظ کی محفل میں !
نہ کوئی مجلس کی بات سنتا ہے نہ رازی کی
اسد صاحب نے جس طرح فرمایا ہے ٹھیک ایسا ہی
واقعہ گذشتہ دنوں لائل پور کے ایک انتخابی جلسہ میں پیش آیا۔
موجودہ برسرِ پیکار جماعتوں میں سے ایک جماعت کی طرف سے

حکومتوں سے ہمارے روابط و تعلقات قائم ہوں۔ اور ہم اس طرح ترقی کریں جو عوامی حکومت، اور دنیا کی عوامی حکومتوں سے تعلقات کے معنی غالباً قارئین خود سمجھتے ہوں گے۔ یعنی کمیونزم اختیار کرنا اور ماسکو کو قبلہ و کعبہ ماننا۔

گورائے عام کے دباؤ کی مجبوری بھی ایک عجیب چیز ہے۔ میاں صاحب کو بھی دورنگی سے آخر کام لینا پڑا۔ اس طرح کی تقریر فرمانے کے بعد آخر میں جو آپ نے اُن مختلف سوالات کا جواب دینا شروع کیا جو اس وقت آپ کے سامنے لکھ کر پیش کئے گئے تھے۔ تو اس سوال کا عجیب جواب دیا کہ پاکستان میں نظام اسلامی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ فرمایا کہ میں بھی یہاں نظام اسلامی چاہتا ہوں جیسا کہ میری تقریر اس پر شاہد ہے۔ حالانکہ ساری تقریر میں اسلام کا نام تک نہیں لیا تھا۔ بلکہ یہ کہا گیا تھا کہ عوامی حکومت چلے۔ اور عوامی حکومت مراد واضح ہے۔

اس جلسہ کے چند روز بعد پھر اسی میدان میں مسلم لیگ کا جلسہ منعقد ہوا۔ ایک وکیل صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ عبدالقیوم خان وزیراعظم صوبہ سرحد تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس کی خدمت میں شہر کے وکلاء کی طرف سے سپاس نامہ پیش ہو رہا تھا۔ عبدالقیوم صاحب کی قصیدہ خوانی ہو رہی تھی۔ اور مناقب و فضائل بیان ہو رہے تھے۔ اسی اثناء میں قریب کی مسجد سے اذان کی آواز لاؤ ڈسپیکر کے ذریعہ سے بلند ہوئی۔ لوگوں کے تقاضے اذان کے لئے تقریر بند کی گئی۔ جب اذان ختم ہوئی۔ اور سکوت کے ذریعہ اذان کا احترام ہو گیا۔ بس اجابت اذان بھی ہو گئی۔ پھر تقریریں کا سلسلہ جاری رہا۔ چند ہی اللہ کے بندے گرامر تقریر کو چھوڑ کر مجمع عوام میں سے مسجد کی طرف گئے۔ اور نماز ادا کی۔ باقی تقریر

کرنے اور تقریر سننے کے جہاد میں ایسے مصروف تھے۔ کہ اس کا خیال بھی نہ تھا کہ جس اسلام کا نام اب الیکشن کے لئے استعمال کر رہے ہیں اس کا حکم بحال نہیں۔

یہ صرف ایک شہر یا ایک جماعت کی حالت نہیں۔ بلکہ عموماً ہر جگہ اور ہر سیاسی جماعت کا یہی تعالٰی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو صحیح مسلمان بننے کی توفیق دے۔ آمین۔

قادیان کا جلسہ اور بھارت کی فاداری

اس سال بھی حسب معمول اداورد ممبر میں دارالکفر و الطغیان قادیان میں مرزاٹیوں کا سالانہ جلسہ ہوا۔ ہندوستان (بھارت) میں بنے والے مرزاٹیوں کے علاوہ پاکستان کے ۹۷-۹۸ مرزاٹی بھی اس میں شامل ہوئے۔ اس جلسہ میں ویسے جو کچھ کہا گیا اور کیا گیا اُس سے ہمیں فی الحال کوئی بحث نہیں۔ ہم صرف اُس حصہ کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ جس میں پاکستان کے متعلق بے بنیاد الزام لگایا گیا ہے۔ اور پاکستان کے مقابلہ میں بھارت کو ترجیح دیدی گئی ہے۔

ٹائٹل آف انڈیا کے خصوصی نامہ نگار کا بیان ہے کہ ایک نشست میں جس کے صدر لاہور کے ایک بیرسٹر شیخ بشیر احمد تھے۔ علی الاعلان کہا گیا۔ کہ پاکستان کی حکومت جو اسلامی تحریک کا نتیجہ ہے۔ مرزاٹیوں کی حفاظت سے قاصر رہی ہے۔ وہاں تین مرزاٹی قتل ہو چکے ہیں۔ اس کے مقابل ہندوستان کی حکومت نے لادین ہونے کے باوجود ہر مذہب کے پیروں اور بالخصوص مرزاٹیوں کی حفاظت کا خاطر خواہ سامان کر رکھا ہے۔ پاکستان میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی جماعت نے اودھم مچا رکھا ہے۔ مگر ہندوستان میں ہمیں

ہر قسم کا امن و اطمینان حاصل ہے۔ ان امور کی روشنی میں حکومت ہندوستان کو اللہ کی نعمت قرار دیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا کہ مرزائی اس حکومت کے انتہائی وفادار ہیں۔ (زمیندار)

قادیان کے جلسہ کے موقع پر اس قسم کی تقریروں سے چند باتیں واضح طور سے ثابت ہوئیں۔

(۱) اگرچہ حکومت پاکستان نے وزارت خارجہ کا اہم ترین اور کلیدی محمدہ ظفر اللہ خان کے حوالے کیے کہ کڑوں مسلمانوں کی صدائے احتجاج کو ٹھکرا دیا۔ اور ملک کی پوزیشن ایک انتہائی نازک حالت میں ڈال دی۔ مرزائیوں کو بڑے بڑے اہم عہدے اور مناصب دیئے اور ہر محکمہ میں ان کو عمل دخل دیا۔ اور من مانی کارروائیوں کی اجازت دیدی۔ سندھ میں مربے دیئے، بڑی بڑی جائدادیں، دکانیں، کارخانے ان کے نام الاٹ کئے، ریلوے اور دوسری جائدادوں پر ان کو بلا استحقاق قابض کر دیا۔ غرض مرزائیوں کی ہر طرح ناز برداری اور رعایت کی، ان کی خوشنودی کی خاطر ان کے لئے تو تبلیغ و اشاعت اور لوگوں کو مرزائی دام فریب میں پھنسانے اور ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی کھلی اجازت دیدی۔ لیکن ان کے فتنہ سے عام مسلمانوں کو بچانے کے لئے مسلمانوں کی تبلیغ کے راستوں میں بالواسطہ روٹے اٹکائے اور مدافعتی جدوجہد کو بھی تفریق و انتشار قرار دیدیا۔ حتیٰ کہ شیخ الاسلام بانی پاکستان علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”الشہاب“ کو مضبوط بھی کر دیا۔ مگر حکومت پاکستان کی ان تمام ناز برداریوں اور رعایتوں کے باوجود مرزائیوں کا علی الاعلان بھرے جلسہ میں فیصلہ یہ ہے کہ ”پاکستان کی حکومت ان کی حفاظت سے قاصر رہی ہے۔“ اچھا ہوا کہ ہم سے ارباب اقتدار کو عام مسلمانوں کے ناراض کرنے، بلکہ خدا و رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر دشمنان خدا و رسول کو خوش کرنے کے بدلہ میں انکی

طرف سے یہی سارٹیفکٹ خوب ملا۔ ہمارے ان برسر اقتدار لیڈروں کو یہ یقین کر لینا چاہیے۔ کہ جب تک وہ خود مرزا غلام احمد کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں نہ ڈالیں۔ اور قادیانی دھرم کو قبول نہ کریں اس وقت تک ان سے مرزائی کبھی خوش نہ ہوں گے۔ وہ خواہ ان کی ناز برداری کے لئے مسلمانوں کے حقوق پر کتنے پھیر دیں۔ اور خدا و رسول کے احکام کو پس پشت ڈال کر انکو پھلنے پھوٹنے کا موقع دیں۔

(۲) دوسری بات یہ واضح ہو گئی کہ مرزائیوں کو پاکستان میں سب سے زیادہ خطرہ جماعت اسلامی اور اسکی جدوجہد یعنی اقامت دین اور ابواء نظام اسلامی سے ہے۔ اور وہ مطالبہ اسلام کو اودھم مچانا ہی کہتے ہیں۔ اگر مرزائیت کفر ہے اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ وہ کفر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس ملک میں کفر کو حقیقی خطرہ اگر ہے تو صرف مولانا ابو الاعلیٰ مودودی اور جماعت اسلامی سے ہے۔ اگر یہ جدوجہد کامیاب ہو گئی تو اس کے نتیجے میں نظام کفر کو ایسی شکست فاش نصیب ہو جائیگی کہ مغربیت، الحاد و مادہ پرستی، اشتراکیت اور کفر کے دوسرے شعبوں ساتھ ساتھ مرزائیت کا کفر بھی خود بخود مٹ جائیگا۔ مرزائیت کا کڑوا اور غیث پھل جس شجرہ خبیثہ کا نتیجہ ہے اگر اس کو جڑ سے کاٹ دیا جائے تو یہ خود بخود ختم ہو کر رہے گا۔ اس لئے مکمل اسلام کو غالب کرنے کی جدوجہد بنیادی اور اصولی جدوجہد ہے۔ جو لوگ مرزائیت کو اس ملک سے ختم کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے لازماً جماعت اسلامی کو مضبوط کرنا اور مطالبہ نظام اسلامی کو ہر ممکن طریقہ سے قوت پہنچانا بھی ضروری ہو جانا ہے۔ بعض دوست مخلصانہ طور پر یہ شکایت کیا کرتے ہیں کہ جس طرح مولانا مودودی صاحب نے وقت کے دوسرے فتنوں کے خلاف بہت کچھ ٹھوس دلائل اور

بے نظیر طراز استدلال کے ساتھ لکھا اور اس سے لاکھوں نوجوانوں کو فائدہ پہونچا۔ اسی طرح مولانا مرزا نایت کے خلاف کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے۔ یا جماعت اسلامی کے دوسرے ممتاز اہل قلم کیوں اس موضوع پر خاص طور سے قلم نہیں اٹھاتے۔ اور جماعت اسلامی کے پروگرام میں اور جلسوں اور اشتہاروں میں باقاعدہ طور سے مرزا نایت کی مخالفت کو کیوں نمایاں جگہ حاصل نہیں ہے۔ امید ہے کہ قادیان کے جلسہ کے اہم موقع پر مرزائیوں کے اس رونے دھونے سے ان کو اندازہ ہوا ہوگا۔ کہ براہ راست مرزا نایت کی تردید نہ کرنے سے باوجود عروا ئی۔ جماعت اسلامی سے کیوں اس قدر پریشان ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ جماعت اسلامی ہی وہ ٹھوس اور بنیادی کام کر رہی ہے۔ جس میں مرزا نایت کی موت ہے۔ جلسوں اور مناظروں کو وہ ایک وقتی ہنگامہ سمجھتے ہیں۔ جس سے وقتی طور پر مرزائیوں کو پریشان کیا جاسکتا ہے۔ یا ان کے کسی خاص پروگرام کو ملتوی کرایا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کی اصل بنیادیں کھوکھلی نہیں ہو سکتیں مرزا نایت کی دشمن جماعتوں کو جماعت اسلامی کے کام کی خاص قدر کرنی چاہیے۔ اور یقین کرنا چاہیے کہ جس طرح خود وہ پورے خلوص اور تہن وہی کے ساتھ براہ راست مرزا نایت پر ضرب لگا رہے ہیں۔ مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کی طرف سے بھی ان دشمنان رسول پر ایسی ضربیں پڑ رہی ہیں۔ جن سے وہ تھلا اٹھتے ہیں۔ اور جو لوگ آج اپنی ذاتی اغراض، اور سیاسی گروہ بندی کی وجہ سے جماعت اسلامی کے خلاف صف آراء ہو رہے ہیں۔ اور جھوٹے اتہامات سے مسلمانوں کو اس پاکیزہ جماعت سے بدظن کر رہے ہیں۔ وہ اس طرح دوسری ہزار ہا نراہیوں کے علاوہ مرزا نایت کے ہاتھ بھی مضبوط کر رہے ہیں۔ اور غلام احمد قادیانی کی امت کو بالواسطہ فائدہ پہونچا رہے

ہیں۔ اب وہ خوف خدا اور آخرت کی جواب دہی کا احساس پیش نظر رکھ کر خود سوچ کر فیصلہ کریں کہ وہ یہ کیا کرتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے سامنے روز محشر میں کیا جواب دے سکیں گے (۳) بھارت میں رہنے والوں کے لئے بھارت کا وفادار ہونا یہ حالات کا طبعی تقاضا ہے۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں۔ اور پھر مرزائیوں کا تو یہ پرانا اصول ہے کہ ہر حکومت وقت اولوا الاہر ہے۔ اور اسکی اطاعت و وفاداری واجب، جب انگریز کے لئے پچاس لاکھوں تصنیف کیجا سکتی ہیں تو ہندوؤں کے لئے بھی تصنیف ہو سکتی ہیں۔ قابل اعتراض چیز تو یہ ہے کہ پاکستان کے ساتھ مقابلہ کر کے اور پاکستان کو قاصر، اور بھارت کو کامیاب قرار دیکر پاکستان کو بد امنی و بد نظمی، اور ہندوستان کو امن و اطمینان کی سند عطا کر کے ”ان امور کی روشنی“ میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان اللہ کی ایک نعمت ہے۔ یعنی پاکستان اللہ کا ایک عذاب ہے۔ اور اس لئے ہندوستان کا وفادار رہنا چاہیے۔ یعنی پاکستان قلبی وفاداری کا مستحق نہیں۔

معلوم نہیں کہ کیوں ہمارے وہ ارباب اقتدار جو اسلام پسند حضرات اور علماء دین کے ایک ایک لفظ کا بڑا سخت محاسبہ کرتے ہیں مرزائیوں کے اقوال و افعال پر ذرہ بھر بھی نگرانی نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کو پاکستان میں کھلی چھٹی دی ہے۔ ضرورت ہے کہ ارباب اقتدار کو بار بار جھنجھوڑ کر بیدار کیا جائے کہ اس قدر اہم فتنہ سوتخاغل کیوں برپا رہے ہیں؟

زکوٰۃ کی سرکاری تحصیل پہلے بھی کسی گزشتہ اشاعت میں اس

موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ کہ اگرچہ یہ درست ہے کہ زکوٰۃ کی تحصیل اور اپنے مصارف معینہ پر خرچ کرنا، اور اس کی

ہو۔ زکوٰۃ قومی تنظیم میں دی جائے۔ مرکب ۹ جب بیت المال علی مرتضیٰ رضا کے ہاتھ میں ہو۔ جو بیت المال سے کسی تقریب پر عادیۃً منگائے کنگن اپنی زوہر مٹھہ کے ہاتھ سے اترے۔ اور زکوٰۃ جماعتی تنظیم کے تحت ہو اور ضرور ہو۔ مرکب ۹ جب اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے خلیفہ کی نگرانی ہو۔ جو اپنے دوست سے ذاتی گفتگو کرے تو بیت المال کا پراخ گل کر دے۔

جب تک زام کاران لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو عیش و تنعم کے منہ سے نوالہ چھین کر اپنا پیٹ بھریں۔ جو اپنی زرق برق موٹر میں غریب اور مزدور کے خون کا پٹرول جلا لیں۔ جو مسلمانوں کی خون پسینے کی کمائی پر ٹیکس لگا کر قرض و سود اور شراب و شباب کی محفلیں گرمائیں۔ جو قوم کے پیسے سے قوم کی بہو بیٹیوں کی عزت کے ساتھ کھیلیں۔ جو بھوک پیاسی نو جوان شریف زادیوں کی عصمت کا لہو پٹیں۔ (الاشاء اللہ) تب تک زکوٰۃ کا پیسہ برسرِ اقتدار نظام کے ہاتھ میں دیملہ زکوٰۃ بلکہ پورے اسلام کے نظام کو درہم برہم کر دینے کے مترادف ہے۔

جب تک حکومت عملاً اسلامی حکومت نہیں۔ خلافت راشدہ کی اس میں بوباس نہیں تب تک خلافت راشدہ کی طرح زکوٰۃ کی تنظیم و تحصیل کا نہ صرف اسے کوئی حق نہیں بلکہ اس کا اس قسم کا ارادہ بھی مذموم اور افسوس ناک ہے۔ جس کے خلاف پوری ملت کو منظم طور پر صدائے احتجاج بلند کرنی چاہیے۔

ہم قارئین شمس السلام کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ حکومت سے یہ مطالبہ کریں۔ کہ زکوٰۃ کی تنظیم کو ”جذوی اسلام“ کو اپنی اغراض کی خاطر اختیار کرنے کی بجائے وہ جلد اجلہ کمل نظام اسلامی کے اجرا و تنفیذ کی کوشش کرے اور قرآن و حدیث کے مطابق دستور مملکت کی تشکیل و ترتیب کر کے اس کے مطابق عملاً تمام حکومت کو اسلامی بنادے۔

تنظیم اسلامی حکومت کا ایک فریضہ ہے۔ لیکن اسلامی حکومت کیسی ہوتی ہے۔ اس کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اگر حکومت ایسی ہو جیسی کہ اب ہے۔ جس میں رقص و سرود بے حیائی صوبے پر دگی، مرد و عورت کے خلط ملط اور ہر لڑائی کو فروغ حاصل ہو۔ اور نیکی و دینداری اس میں دبی ہوئی اور مکر و دہر ہو۔ جس میں مشاہدوں کا عظیم تفاوت ہو، ایک طرف تو چند افسروں کو عیش و طرب کا ہر قسم کا سامان مہیا کیا جا رہا ہو اور دوسری طرف اسی حکومت کے کارکن اور ان کے بچے بھوکے تڑپتے اور ننگے پھرتے ہوں۔ جس میں کنبہ پروری، رشوت ستانی اور ظلم و بے انصافی کا دور دورہ ہو۔ تو اس حکومت کو یہ جائز نہیں کہ لوگوں سے زکوٰۃ وصول کر کے اپنی عیش پرستیوں کے لئے خرچہ نہ کرے۔ محترم مدیر ”دعوت“ نے بہت خوب لکھا ہے۔ کہ

”زکوٰۃ بلاشبہ اجتماعی نظام..... اسلام..... کا ایک اہم رکن ہے۔ اور اسے اجتماعی نظام اور قومی تنظیم کے ماتحت لانا چاہیے۔ نہ صرف لانا چاہیے بلکہ رازدار نبوت صدیق اکبر رضا کی نظر میں توجیب تک یہ اجتماعی نظام کے ساتھ وابستہ نہ ہو زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں۔ اور جو زکوٰۃ گذار اپنی زکوٰۃ اجتماعی نظام میں دینے سے ابا و انکار کرتا ہے وہ گردن زدنی ہے۔ لیکن اس کے لئے شرط یہی ہے کہ پہلے وہ نظام قائم ہو۔ جس کی زام صدیق کے ہاتھ میں ہو۔ وہ صدیق جو اگر لاعلمی سے ناجائز طور پر کھائے ہوئے مال کا لقمہ کھا لیتا ہے تو علم ہو جانے پر حلق میں انگلی ڈال کرتے کر کے اُسے پیٹ سے نکال دیتا ہے۔

زکوٰۃ کو واقعی حکومت کے تحت ایک نظام میں لانا چاہیے۔ مگر کب ۹ جب بیت المال پر ہر فاروقی اعظم کا اثر ملے ہو۔ جو بیت المال کے جیاد و ٹول کو خود تیل کی مالش کرے۔ اور اگر کوئی اونٹ جھگل کو نکل جائے تو خود اس کی تلاش میں ہر گز نہ

تعلیمات اسلامی

۱) نادانی سے تمہارے خدا کو برا کہہ بیٹھیں۔ (قرآن مجید)

۹) دنیاوی معاشرت کو دیکھ کر یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ گمراہ کون ہے۔ اور راہ حق پر کون ؟ (قرآن مجید)

۱۰) خدا جو کچھ چاہتا ہے اس کے خلاف اگر کوئی طاقت اپنے پورے عزم و ارادہ سے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑی ہو تو ناممکن ہے کہ مشیت الہی میں ذرہ برابر بھی جنبش پیدا ہو سکے۔ (قرآن مجید)

۱۱) خدا کی نشانیوں میں بڑی بڑی عجبتیں پوشیدہ ہیں لیکن اس کے دیکھنے کے لئے دیدہ بینا چاہئے۔ (قرآن مجید)

۱۲) جب کوئی شخص تم کو سلام کرے تو تم بھی اچھے الفاظ میں اسکو سلام کا جواب دو۔ (قرآن مجید)

بقیہ ص ۲۲ - اور اگر وہ ذوالجبر میں واقع ہو تو اس سال فراخی ہوگی۔ اور اس سال حاجیوں کو راہ قطع ہوگی۔ اور اگر وہ محرم میں واقع ہو تو جانتا چاہئے کہ سارا سال فساد برپا ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے عیب بیان کریں گے۔ اور دنیا کو چھوڑیں گے اور آخرت ویران کریں گے۔ اور قول و قرار میں مومن نہیں رہیں گے۔ وہ منافق، دو ہمتوں کو بزرگ خیال کریں گے۔ اور درویشوں کو ذلیل خیال کریں گے۔ اس وقت خداوند تعالیٰ ان پر مصیبتیں نازل کرے گا۔ تاکہ ان کی ہمیشہ تلخ ہو جائے۔ پھر فرمایا جب ایسی حالت ہو تو مصیبتوں کیلئے منتظر رہنا چاہئے۔ جب ان فوائد کو خواہ صاحب ختم کر چکے تو یاد آتی میں مشغول ہوتے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا۔ **الحمد لله على ذلك** +

۱) ملک میں فساد انگیزی خدا کو مرغوب نہیں۔ اور نہ مفسدین کو وہ دوست رکھتا ہے۔ (قرآن مجید)

۲) انسان کی فطرت یہ ہے کہ اسے مرغوبات دنیوی و ازواج و اولاد اور زکوٰۃ کے بڑے بڑے ڈھیروں اور عمدہ مویشیوں اور کھیتوں کے ساتھ دستیابی ہوتی ہے۔ مگر یہ سب فوائد محض عارضی ہیں۔ درحقیقت نعمتیں اور ہر قسم کی راحتیں خدا ہی کے یہاں پونہ پیکر حاصل ہوتی ہیں۔ (قرآن مجید)

۳) اے لوگو! تمہاری اولاد اور تمہارا مال تمہارے لئے سزا بیا فتنہ ہے۔ (قرآن مجید)

۴) نیک لوگوں کا وطیرہ یہ ہے کہ جب انکے سامنے نیک باتیں کیجاتی ہیں تو وہ کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اور ان لایغوں سے صاف کمدیتے ہیں کہ بھائی ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔ (قرآن مجید)

۵) اے لوگو! عضو کی عادت اختیار کرو اور نیکی کی تلقین کرتے رہو۔ یہی چیز تمہارے لئے باعث نفع و اجر عظیم ہے۔ (قرآن مجید)

۶) آنحضرت ص کو مخاطب فرما کر کے ارشاد ہوتا ہے جب لوگوں کو آپ اپنے راستہ کی طرف بلائیں تو اس میں حکمت و نصیحت کا خیال رکھیں۔ اور اگر بحث کی ضرورت پیش آجائے تو ہمیشہ شائستہ اور دلپسند ہونا چاہئے۔ (قرآن مجید)

۷) دنیا کی زندگی کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ یہاں کی زندگی محض ایک تماشہ اور دھوکا ہے۔ اصل زندگی اس میں آخرت کی ہے۔ (قرآن مجید)

۸) جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں انکو برا نہ کہو۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ وہ بھی کہیں اپنی

بِالْحَقِّ اِسْرَافِلُ شَادَاتِ سِرِّ مَسَالَت

(۱) میری پیروی کرو۔ اب اسی میں نجات حقیقی مضمر ہے۔ (موطا)

(۲) خدا اور بندے کا تعلق بالکل ایسا ہی ہے جیسے روح کا بدن کے ساتھ اور وہ قریب بھی اپنے بندے سے ایسا ہی ہے جیسے ایک عضو دوسرے عضو کے ساتھ۔ (حاکم)

(۳) نافرمان اور سرکش آدمی جب کبھی اپنا بوجھ نافرمانی دکھلاتا ہے تو شیطان جو اس کا استاد ہے بہت خوش ہوتا ہے۔ اور شابشی دیتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ واحد و قہار اس کی نافرمانی پر اور ڈھیل دیدیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے کہ جاوید نجات اپنے کئے کی سزا تجھے بھگتنے کے لئے تھوڑی جلدت اور دیتا ہوں۔ (مسند احمد)

(۴) یہ کفار مکہ خیال کرتے ہیں کہ میں نے ان کی حکومت اور شخصی اقتدار میں اپنے اعلان نبوت سے غفلت ڈال دیا۔ یہ ان کا خیال سر اسر فریب ہے۔ وہ دل ہی دل میں اس امر کا اب یقین کامل رکھتے ہیں کہ باعث جہت عالم ہوں۔ میں ان کے عذابات میں تخفیف کا پیغام اور ان کے دلی امراض کی دوا لیکر آیا ہوں۔ چنانچہ ہوشمندوں کی جماعت بتدریج اس کے فوائد سے آگاہ ہو گئی۔ اور فیض اٹھائی گئی۔ (ترمذی)

(۵) عزت والا آدمی دلیل آدمی پر کبھی حملہ نہیں کرتا۔ وہ جب اپنے مقابل کو کمزور خیال کرتا ہے تو

خاموش ہو کر پیچھے قدم ہٹا لیتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۶) پہاڑ اپنی جڑ سے اکھڑ سکتا ہے۔ اور یہ بھی اگر کہا جائے کہ فلاں پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر کھسک کر دوسری جگہ ہٹ گیا۔ تو یقین کر لو اور کہہ دو کہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں آدمی کی جبلت اور پیدائشی عادت بدل گئی ہے تو ہرگز اس کا اعتبار نہ کرنا۔ (مشکوٰۃ)

(۷) مسلمان سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔ اور جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ برائی کرتا ہے یا اس کے پیٹھ پیچھے اس کے عیوب بیان کرتا ہے تو گویا وہ اپنے مردہ بھائی کا مردہ گوشت کھانے کا ارادہ کر رہا ہے۔ (مسند احمد)

(۸) قرب قیامت میں جو لوگ پیدا ہوں گے ان کی خیانت ان کے بشروں سے اور ذوات ان کے چہروں سے ظاہر ہو گئی۔ (تاریخ الخلفاء)

(۹) میرے بعد مسلمانوں کے حقدار حاکم یا امام ہوں گے اگر وہ حق پر ہوں اور احکام الہی اور میری فرمائیداری کے خلاف ہوں تو ہرگز نہ قبول نہ کرنا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو فرض ہے کہ ایسے اشخاص کی اطاعت کرو۔ (تاریخ الخلفاء)

بقیہ ص ۱۸ یہ دو سن ہیں مذہب یہ کہ متعلق علی سبیل الارتجال بیان کی گئیں۔ ان باتوں کے سمجھ لینے کے بعد مذہب یہ کی حقیقت ہے نقاب ہو جاتی ہے اور ان کے دعویٰ محبت اہلبیت کا راز ظنت اذباک ہو جاتا ہے محبت اہلبیت کا دعویٰ اصل ایک پردہ ہے۔ اس پردہ

منتخب القراءات

حقوق اور قرآن

(مولانا محمد زاہد صاحب الحسینی)
(بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ)

(غیروں کا اعتراف)

الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

گاڈ فیری ہو گئیں گے کہا: کہ قرآن غریب آدمی کا دوست اور غم خوار ہے

مسٹر ایمرے سابق وزیر ہند نے کہا تھا: اسلام کی بنیاد جمہوریت اور مساوات ہے۔ اور وہ کمزوروں اور غریبوں پر شفیق و رحیم ہے

عیسائی فاضل ڈی۔ ایس۔ مارگولینو نے کہا ہے: ”آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی درد مندی کا دائرہ انسان ہی تک محدود نہ تھا۔ بلکہ جانوروں پر بھی ظلم و ستم کو برا سمجھتے تھے“

”آداب اور قرآن“

بول چال کے آداب انسان کے سائے کا وہ بار دنیاوی اور اخروی زندگی کے ذرائع سب کے سب کلام پر موقوف ہیں۔

اس لئے بول چال کے متعلق قرآن کریم نے مندرجہ ذیل آداب فرمائے ہیں: (۱) جو بات کہی جائے وہ موقع کے مناسب ہو۔ بیکار باتوں سے اعراض کیا جائے۔

(۲) آواز کو پست ہی رکھے۔ ضرورت سے زیادہ اونچا آواز نہ کرے

(۳) جس سے بات کرے اسکو برے نام سے یاد نہ کرے۔

(۴) مخاطب کو سمجھانے کی سعی اور کوشش کرے۔

قُلْ لِّعِبَادِي يَقُولُوا

الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ بات کہیں جو بہتر ہو۔

وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔ اور موقع کی بات کہو۔

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ

الْفُحْشِ مُعْرِضُونَ۔ نیک بندے وہ ہیں جو بیکار باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

نوشٹا: ہر لحاظ کا لفظ بطرح بیکار کام پر نہ لایا جاتا ہے۔ اسبطرح بیکار بات کو بھی شامل ہے۔

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ

الَّا مَنَ أَهْرَاصُكَ فِي۔ کچھ نہیں انکے مشورے مگر جو کوئی کہ

أَوْ مَضْمُونٌ وَأَوْ مَصْلَحَةٌ بَيْنَ النَّاسِ۔ کسے صدقہ کر نیکو یا نیک کام کر نیکو یا صلح کر انیکو لوگوں میں۔

فَاعْصِصْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ

أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ صَوْتُ الْحَيَاةِ۔ اور اپنی آواز کو پست کر۔ بیشک

أَنكَرَ الْأَصْوَاتِ صَوْتُ الْحَيَاةِ۔ آوازوں میں بری آواز گدگدے کی جڑ۔

لَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ۔ ایک دوسرے کو برے نام سے نہ پکارو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت باری تعالیٰ نے مندرجہ

ذیل دعا سکھلائی تھی تاکہ قوم انکی بات سمجھ لے۔ اس کے مخاطب

کے سمجھانے کی اہمیت پوری پوری ظاہر ہے۔

رَبِّ أَشْهَدُكَ بِمَا كُنْتَ تَعْلَمُ۔ اے رب کاشادہ کر میرا مینہ اور آسان

وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاجْعَلْ لِي

عُقْدًا مِّنْ مَّا تَقُولُ۔ کر میرا کام اور کھول گرد میری زبان سے کہ سمجھیں میری بات۔ ص

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

بسم اللہ الرحمن الرحیم (مولانا معین الدین صاحب ندوی) شہادت گزشتہ

متفرق خدمات

جنگی خدمات کے علاوہ حضرت ابو عبیدہؓ کو بعض دوسری اہم خدمتیں بھی سپرد ہوئیں۔ مثلاً ۹؎ میں اہل بخران نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر ایک معلم دین کی درخواست کی جو مذہبی تعلیم و تلقین کے سوا ان کے بھگدوں کو بھی فیصلہ کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: ابو عبیدہؓ۔

جب وہ کھڑے ہوئے تو اہل بخران سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے اس کو تمہارے ساتھ کرتا ہوں۔ آنحضرتؐ صلعم نے اہل بحرین سے مصالحت کر لی تھی اور علاء بن الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی رقم لانے پر مامور ہوئے۔ جب بیکر مدینہ پہنچے تو اس روز نماز صبح میں انصار کا غیر معمولی مجمع ہوا۔

آنحضرتؐ صلعم نے متبسم ہو کر فرمایا: شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہؓ کے آنے کی اطلاع ہو گئی ہے۔ لوگوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بشارت ہو کہ آج تمہیں خوش کروں گا۔ لیکن خدا کی قسم میں تمہارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ مجھے خوف ہے کہ

پہلی قوموں کی طرح تمہارے اوپر دنیا کشادہ ہو جائیگی۔ اور جس طرح منافقت باہمی اور حسد و طمع نے ہلاک کر دیا ہے تمہیں بھی ہلاک کرے گی۔ ۱۰؎ میں رسول اللہ صلعم حجت الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت ابو عبیدہؓ ہر کا تھے۔

اس سفر سے واپس آنے کے بعد آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۱؎ بخاری قصہ اہل بخران ۱۲ ۱۳ بخاری کتاب الرقاق ۱۲

وفات پائی۔ اور حقیقتہً نبی ساعدہ میں خلافت کا جھگڑا پیدا ہو گیا تو لیکن صلحائے امت کی کوشش سے فرو ہو گیا۔ اس آتش فزمن سوز کے بجھانے میں امین امت کی کوششیں بھی کسی سے کم نہ تھیں۔ چنانچہ انہوں نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا: یا معشر الانصار! انکم کتہم اول من نصیر فلا تکلونوا اول من غیلہ (ترجمہ) اے گروہ انصار! تم نے سب سے پہلے امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ اسلئے تم ہی سب سے پہلے افتراق و اختلاف کے باقی نہ جاؤ۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا ہے کہ ان کی ذات کے خدانے دین کو مغز کیا ہے۔ یہ دیکھو عبیدہ بن الجراحؓ موجود ہیں۔ جنگو امین الامت کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔ لیکن ان دونوں بزرگوں نے بالاتفاق حضرت صدیق اکبرؓ کی موجودگی میں اپنے استحقاق سے انکار کیا۔ اور ہر معر سب سے پہلے بیعت کر لی۔ اس کے بعد تمام ماجرین و انصار بیعت کئے لئے ٹوٹ پڑے۔ اور فتنہ کا امیر تاریک افق اسلام سے چھٹ گیا۔

شام کی سپہ سالاری حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسند نشینی کے

بعد ۱۳؎ میں ملک شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا اہتمام کیا۔

حضرت ابو عبیدہؓ کو جھس پر۔ یرید بن ابوسفیان کو دمشق پر۔ ثرجیل کو اردن پر۔ عمرو بن العاصؓ کو فلسطین پر مامور کیا۔ اور ہدایت کی کہ جب سب ایک جگہ مجتمع ہو جائیں تو ابو عبیدہؓ

سپہ سالار عام ہوں گے۔

ابو عبیدہؓ جب عرب کی سرحد سے باہر نکلے تو کثیر رومی فوجوں کا سامنا ہوا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے تمام اسلامی فوجوں کو یکجا کر لیا اور دربار خلافت سے مزید کمک طلب کی۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ جو عراق کی ہم پر مامور تھے۔ دربار خلافت کے حکم سے راہ میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑتے ہوئے شامی فوج سے آکر مل گئے۔ اور متحدہ فوج نے بصری، فعل اور اخبارین کو فتح کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

فتح دمشق: دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ

خلیفہ اول نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ابتدائی حکومت میں خالد بن ولیدؓ بیدار مغزی اور حسن تدبیر کے ساتھ فصیل بچانے لگے اور شہر میں داخل ہو کر دروازے کھول دیئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اپنی فوج کے ساتھ تیار کھڑے تھے۔ فوراً اندر گھس گئے۔ عیسائیوں نے یہ رنگ دیکھا تو مصلحت اندیشی کے ساتھ اسلامی سپہ سالار اعظم سے مصالحت کر لی۔ حضرت خالدؓ کو ضم نہ تھی۔ وہ شہر کے دوسرے حصہ میں سرگرم پیکار تھے۔ عیسائی اگر لٹھی ہوتے کہ ہم کو خالد سے بچا لیتے۔ وسط بازار میں دونوں آدمیوں کا سامنا ہوتا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے صلح کر لی۔ اور مفتوح حصہ کو بھی صلح میں رکھا۔ اور اس پر صلح کے شرائط جاری کئے۔

معرکہ فعل: دمشق فتح کر کے اسلامی فوجیں آگے بڑھیں۔ اور مقام فعل میں خیمہ افکن ہوئیں۔

رومیوں کا پڑاؤ فعل کے سامنے مقام بیسان میں تھا۔ انہوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا۔ اور گفت و شنود کے لئے ایک سفیر بلا لیا۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ اس عہدہ پر مامور ہوئے۔ لیکن یہ سفارت بے نتیجہ

رہی۔ اور رومیوں نے براہ راست حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگو کرنے کے لئے قاصد بھیجا۔ جسوقت وہ پہونچا تو یہ دیکھ کر متحیر رہ گیا۔ کہ یہاں ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ ایک ہی رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور افسری و ماتحتی کی کوئی تمیز نظر نہیں آتی۔ آخر اس نے گھبرا کر پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ لوگوں نے حضرت ابو عبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے متعجب ہو کر کہا۔ کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ فرمایا ہاں قاصد نے کہا۔ تمہاری فوج کو فی کس دود و اشرفیاں دینا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے انکار فرمایا اور قاصد کے تیور دیکھ کر فوج کو تیاری کا حکم دیدیا۔ غرض دوسرے دن جنگ شروع ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ ایک ایک صف میں جا کر کہتے جَبَا دَالِلَہِ اسْتَوْجَبُوا مِنَ اللّٰہِ النَّصْرَ بِالصَّبْرِ۔ خدا کے بندو! صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔ کیونکہ فَإِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

حضرت ابو عبیدہؓ خود قلب فوج میں تھے۔ اور دانشمندی کے ساتھ سب کو لڑا رہتے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی قلیل تعداد نے رومیوں کی سچاں ہزار باقاعدہ فوج کو شکست دیدی۔ اور ضلع اردن کے تمام مقامات فرزندان توحید کے زیر نگیں ہو گئے۔

بقیہ ص ۲۱: دامن پھوڑ کر بیت الاحزان میں گوشہ نشین ہو جاتے۔ اور تبلیغ و رشد و ہدایت کا کام چھوڑ کر وقتا اور آپس بھرتا رہتے۔

علمائے کرام سے درخواست ہے کہ اس موضوع پر دلائل سے روشنی ڈالیں۔

(قاضی ابو انور محمد فاضل درس گورنمنٹ لائٹ سکول کوٹاہ)

تنکرة الطمكر

ملفوظات حضرت نوابہ نوابگان خواجہ عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ



ہو تو خداوند تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ دیکھو اس نے کوئی دیدہ و دانستہ اور عبادت کی ہے تو فرضوں کے عوض اسے شمار کر لو۔ اور اگر اس نے فرض بھی پورے ادا نہ کئے ہوں اور نہ ہی کوئی فاضلہ عبادت کی ہو تو وہ دوزخ کے لائق ہوتا ہے۔ بشرطیکہ خدا کی رحمت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہ ہو۔ لیکن اہل شرح کا قول ہے کہ جو شخص فرض کا منکر ہے وہ کافر ہوتا ہے۔ لیکن ایمان کی اصلیت میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

پھر فرمایا جو شخص نماز ادا نہیں کرتا وہ اس حدیث مَن تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعِدًّا أَفْقَلًا كَفَرًا سے متوجیب القتل عند الشافعی۔ جس شخص نے ارادۂ نماز ترک کی پس وہ کافر ہوا۔ یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک قتل کرنے کے قابل ہے۔ کے بموجب کافر ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے میں میں نے لکھا ہوا دیکھا کہ خواجہ یوسف چشتیؒ روایت ہے کہ جس وقت اَلْكَسْتُ بِرَبِّكُمْ دیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں، کی آواز آئی تو اس وقت تمام مسلمانوں اور کافروں کی روحمیں ایک جگہ تھیں آواز کے آتے ہی ان کی چار قسمیں ہو گئیں۔

پہلی قسم کی روحوں نے جب آواز سنی اُس وقت سجدہ میں گر پڑے۔ اور دل اور زبان سے کہا قَالُوا بَلٰی

مجلس : ہر مجلس اول میں ایمان کا ذکر ہوا۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ زوا کرتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان ننگا ہے۔ اور اس کا لباس پرہیزگاری ہے۔ اور اس کا سر پہ فقر ہے اور اس کی ردا علم ہے۔ اور اس بات کی شہادت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ پر ایمان ہے۔ اور آپ نے کہا ای مسلمانو! ایمان کم بیش نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص نہیں کہتا وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔

پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم آیا کہ جاؤ۔ کافروں سے جنگ کرو۔ اس وقت تک کہ کہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔ اور محمد خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ جو نبی کہ رسول خدا نے کافروں سے جنگ کی۔ انہوں نے گوہی دی کہ خدا ایک ہے۔ پھر نماز کا حکم آیا۔ انہوں نے قبول کیا۔ پھر روزہ حج اور زکوٰۃ کا حکم ہوا۔ پھر انہوں نے قبول کئے۔ اور خلتے بزرگ اور بلند پر ایمان لائے۔

پھر فرمایا کہ یہ سب باتیں ایمان کا بار بار کرتا ہے۔ لیکن روزے اور نماز سے گھٹتا بڑھتا نہیں۔ اس واسطے کہ جس نے نماز کے صرف فرضوں کو ہی ادا کیا ہو اور ان میں کسی قسم کا نقصان نہ کیا۔ خدا تعالیٰ اس کے لئے حساب آسان کر دیتا ہے۔ اور اگر فرضوں میں کسی قسم کا نقصان کیا

(انہوں نے کہا ہاں،

دوسری قسم کی روحوں نے بھی سجدہ کیا اور زبان سے قالوا بلیٰ کہا۔ لیکن دل سے نہ کہا۔

تیسری قسم نے دل سے کہا اور زبان سے نہ کہا۔ اور چوتھی نے نہ دل سے کہا اور نہ زبان سے۔

پھر خواجہ صاحب نے اسکی تفصیل یوں فرمائی کہ جنہوں نے سجدہ کیا۔ دل اور زبان سے اقرار کیا وہ اولیاء ربی اور مومن تھے۔ اور جنہوں نے زبان سے کہا اور دل سے نہ کہا۔ وہ ان مسلمانوں کا گروہ تھا جو پہلے مسلمان ہوتے ہیں اور مرتی دفعہ بے ایمان ہو کر دنیا سے جلتے ہیں۔ اور تیسری قسم جنہوں نے زبان سے نہ کہا لیکن دل سے کہا۔ وہ ایسے کافر تھے جو پہلے کافر ہوتے ہیں اور بعد میں مسلمان ہو جاتے ہیں۔ لیکن چوتھی قسم جنہوں نے نہ دل سے کہا اور نہ زبان سے۔ وہ کافر تھے جو پہلے بھی کافر ہوتے ہیں اور بعد میں بھی کافر ہی ہو کر دنیا سے گزر جاتے ہیں۔

جب ان فوائد کو خواجہ صاحب نے ختم کیا تو آپ یاد آئی میں مشغول ہو گئے۔ اور دعا گو واپس چلا آیا الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

مجلس : ہر مجلس دوم ہر آدم علیہ السلام کی مناجات کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ خواجہ صاحب فرمایا۔ کہ میں نے خواجہ یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے امام ابو اللیث سمرقندی کی فقہ میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ علی بن ابیطالب روایت کرتے ہیں قُلْنَا اَدَمُ مِنْ سَائِلِہِ کَلِمَاتٍ (پس آدم نے اپنے پروردگار سے سیکھ لیں کچھ باتیں) یہ وہ وقت تھا کہ جب آدم علیہ السلام ہشت سے بھاگے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا اسی آدم کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ عرض کی کہ نہیں میرے پروردگار۔ بلکہ

اس رسوائی کے سبب تجھ سے شرم آتی ہے۔

پھر سورج گرہن اور چاند گرہن کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ خواجہ صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں چاند گرہن واقع ہوا۔ جب پیغمبر خدا سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب دنیا کے بندوں کے گناہ بہت ہو جاتے ہیں اور بہت گستاخی کرتے ہیں۔ تب حکم ہوتا ہے کہ سورج گرہن یا چاند گرہن واقع ہو۔ اور ان کے پھرے سیاہ کئے جاتے ہیں۔ تاکہ خلقت ہجرت پکڑے۔

پھر فرمایا کہ جب چاند گرہن محرم کے مہینے میں واقع ہو تو اس سال کثرت و فحش اور فساد برپا ہوتے ہیں۔ اور اگر ماہ ربیع الاول میں ہو تو اس سال قحط اور موت زیادہ ہوگی۔ اور مہینہ اور ہوا بکثرت ہوگی۔ اور اگر ماہ ربیع الاول کے آخر میں واقع ہو تو بجلی اور بارش بکثرت ہوگی۔ اور ناگہانی موتیں کثرت سے واقع ہو گئی۔ اور اگر جمادی الاخریٰ میں واقع ہو اس سال فصلیں عمدہ ہوں گی۔ اور زرخ ارزاں ہوں گے۔ اور لوگ عیش و عشرت میں بسر کریں گے۔ اور اگر ماہ رجب میں واقع ہو اور مہینہ کا شروع اور جمعہ کا روز ہو تو اس سال بھوک اور مصیبتیں بہت نازل ہوں گی۔ اور آسمان پر سیاہی نمودار ہوگی۔ اور اگر ماہ شعبان میں واقع ہو تو اس سال خلقت کے درمیان صلح اور آرام ہوگا۔ اور اگر ماہ رمضان میں واقع ہو اور مہینہ کا شروع جمعہ کا دن ہو تو اس سال قحط اور مصیبت نازل ہوگی۔ اور آسمان سے بڑی سخت آواز آئیگی۔ جس سے خلقت بیدار ہو جائیگی۔ اور کھڑے ہوئے آدمی منہ کے بل گر پڑیں گے۔ اور اگر ماہ شوال میں واقع ہو تو اس سال مردوں کو بہت سی بیماریاں لاحق ہو گئی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم غیب

(مولانا قاضی ابوالنور محمد فاضل منا کوہاٹ)

اَھلِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ وَالصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ
عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَھلِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖمُ وَاتَّبَاعِہُمُ الْجَمِیعِینَ
اِلٰی یَوْمِ الدِّینِ اَمَّا بَعْدُ فَحَضْرَتُ شَیْخِ سَعْدِی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ
نَے فرمایا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا گیا
کہ آپ نے مصر سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن
کی خوشبو تو سونگھ لی۔ لیکن کنعان کے کنوئیں میں نہ
دیکھ سکے۔ فرمایا ۵

گئے برطانیہ علیٰ شمیم ۶ گئے بریت پائے خود بہ شمیم
اس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے اور یہ نتیجہ نکالاجاتا
ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم نہ تھا۔ کہ حضرت
یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ہیں۔ حالانکہ اس کا مطلب
یہ نہیں۔ بلکہ یوں ہے۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے
فرمایا ”ہماری حالت ہر وقت یکساں نہیں ہوتی۔ کبھی ہم
اعلیٰ بلندی پر پہنچے ہوتے ہیں اور تمام کائنات کو دیکھ
رہے ہوتے ہیں۔ اور کبھی اپنے پاؤں کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔
جب ہم چاہتے ہیں توجہ کہ کے تمام دنیا کی چیزوں کو دیکھ
لیتے ہیں۔ اور جب ہماری توجہ ادھر نہیں ہوتی تو ہم نہیں
دیکھ سکتے۔ کیونکہ انسانی فطرت ہی یہ ہے کہ انسان صرف
ایک ہی طرف متوجہ ہو سکتا ہے دوسری طرف نہیں۔
دوسری بحث یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ
السلام نبی تھے۔ اور نبی کہتے ہی اس کو ہیں جو غیب کی

خبر دیتا ہو۔ نبی کے معنی ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔
لیکن نبی کا تعلق خدا تعالیٰ سے یہ ہوتا ہے کہ جو بات
خدا تعالیٰ کی طرف سے ان پر نازل ہو یا انہیں بتائی جائے
وہی کہیں۔ اپنے پاس سے اس میں کمی بیشی نہ کریں۔ نبی
کو جتنا بھی علم دیا جاتا ہے وہ سب منشاء آتی کے ماتحت
ہوتا ہے۔ نبی از خود کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ جب اور جو
علم ہو گا کہے گا اور کریگا۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام
بھی قبل از وقت نہیں بتا سکتے تھے۔ جب جب وقت
آتا گیا۔ جتنا بتانا ہوتا بتا دیتے۔ اور جب آخری موقع ہوا
تو سب بتا دیا۔ اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ حضرت
یعقوب علیہ السلام کو علم تھا۔ اور بتاتے رہے۔ قرآن
مجید سے دلائل پیش کرتا ہوں۔

(۱) جب تک حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب نہیں
دیکھا۔ آپ خاموش تھے۔ جب خواب دیکھ کر حضرت
یوسف علیہ السلام نے سنایا تو فرمایا۔ قَالَ یَا بَنٰی لَا
تَقْصُصْ رُؤْیَاکَ عَلٰی اِخْوَتِکَ فِیْکَیْدُکَ وَاللّٰہُ
کَیْدًا۔ اسی میرے بچے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے
نہ کہنا۔ کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

یعنی۔ بسم اللہ ہو گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام
کو بتا دیا کہ بھائی تمہارے ساتھ بدسلوکی کریں گے۔ خواب
میں تو اس طرف کوئی اشارہ نہیں۔ لیکن اپنے علم سے
فرما دیا کہ وہ بدسلوکی کریں گے۔

(۲) خواب تو اسی قدر تھا۔ کہ سورج چاند اور گیارہ ستارے سجدہ کرتے ہیں۔ اور تعبیر یہ تھی کہ یہ سب تمہارے آگے جھکیں گے۔ لیکن فرماتے ہیں وَاَلَا لَيْسَ بِمُجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیَعْلَمُكَ مِنْ تَاوِیْلِ الْاِحَادِیْثِ وَیَتِمُّ نَحْمَتُكَ عَلَیْكَ وَ عَلٰی اٰلِ یَعْقُوْبٍ اور اس طرح تجھے تیرا رب جن سے گا۔ اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائیگا۔ اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ اور یعقوب کے گھر والوں پر بیجے اب بھی کچھ شک ہے۔ باوجودیکہ ابھی فرما چکے ہیں کہ بھائی تمہارے ساتھ بدسلوکی کریں گے۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ تمہیں برگزیدہ بنائے گا۔ تعبیر خواب سکھائے گا۔ اپنی تمام نعمتیں تمہیں عطا کرے گا۔ اور پھر آل یعقوب پر نعمتیں برساتے گا۔ گویا تمام حالات کا خلاصہ بیان کر دیا۔ ان کے اتنا فرمانے کی موجودگی میں ہم کس طرح مان لیں کہ آپ کو علم نہ تھا۔ علم تو تھا۔ لیکن اظہار کی اجازت نہ تھی۔ اچھا آگے چلتے۔

(۳) بھائی مل کر آتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ ہماری خواہش ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے ساتھ جنگل جاویں فرمایا۔ قَالَ اِنِّیْ لَیَبْعَثُنِیْ اِنْ تَذٰهَبُوْا بِہٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاٰکُلَہُ الذَّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْہٗ غَافِلُوْنَ۔ ”ہولابے شک مجھے رنج دیگا۔ کہ اسے لیجاؤ۔ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھائے اور تم اس سے بیخبر رہو“

اب بتائے۔ کیا باقی رہا۔ صاف فرمادیا۔ بھیجنے کو تو بھیج دوں۔ لیکن تم واپسی پر یہ جواب سناؤ گے کہ بھیڑیا کھا گیا۔ کیا یہ علم نہ تھا۔ فرمادیا کہ تم غفلت کرو گے۔ اور بھیڑیے کے کھا لینے کا بہانہ کرو گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ جس طرح انبیائے کرام کے اجداد مٹی کے لئے حرام ہیں۔ اسی طرح درندوں کے لئے بھی

حرام ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا نہیں کھا سکتا۔ لیکن بیٹوں کو بتادیا کہ تم یہ بہانہ کرو گے۔

(۴) آگے چلتے۔ بھائی واپس آکر عرض کرتے ہیں یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ فرمایا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمۡ اَنْفُسُکُمْ اَمْہَرًا۔ فصبر جمیل۔ واللہ للستعان علی ما تَصِفُوْنَ۔ فرمایا۔ ”نہیں بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے واسطے بنائی ہے۔ تو صبر اچھا۔ اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔“

فَبَلَّیْ کَانَ لَکُمْ اَمْرٌ مِّنْ اَمْرِہٖ فَاَوْفَیْ بِہٖ مَا نَفَسَہٗ۔ فرمایا۔ بھیڑیے نے نہیں کھایا۔ بلکہ تم نے دل سے یہ بات بنائی ہے۔ ہم سب کچھ جانتے ہیں۔ اب صبر جمیل کا وقت آگیا ہے۔ اور ہم اس میں ثابت قدم رہنے کیلئے خدا سے مدد چاہتے ہیں۔ یہ کٹھن منزل شروع ہو گئی۔ خداوند کریم اپنی مدد فرماویں۔

صاف ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کہاں ہیں۔ کس حالت میں ہیں۔ آئندہ کدھر جائیں گے۔ صرف چند جملوں میں ان کی تردید کی۔ لیکن چونکہ وضاحت کا حکم نہ تھا۔ وضاحت نہیں کی۔ صرف اشارۃً بتا دیا۔ کہ ہم سے کیا چھپاتے ہو۔ ہمیں اچھی طرح سے اس بات کا علم ہے کہ تم نے کیا کیا۔ اور یوسف کہاں گیا۔ یہ سب تمہاری بنائی ہوئی باتیں ہیں حقیقت اور ہے۔

(۵) وقت گذرتا ہے۔ بیٹے ایک دفعہ مصر سے غلہ لیکر واپس آتے ہیں۔ دوسری دفعہ جاتے وقت بنیامین کو لے جانے کے لئے کہتے ہیں۔ فرمایا۔ قَالَ هَلْ اَمْنٰکُمْ عَلَیْہِ الْاَکْمَا اَمْنٰکُمْ عَلٰی اَخِیْہِ مِنْ قَبْلِ۔ فَاَللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَہُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔

اسلام کا بنیامین سے ملنا اوداسے روک لینا مقدس ہے۔
اس کی تدبیر تیار ہے ہیں کہ دودھ ہو کر جانا تاکہ تقدیر الہی
کے مطابق کارروائی ہو۔ فرما دیا ما اغنی عنکم من
اللہ من شیء۔

(۸) خدا تعالیٰ فرماتے ہیں ما کان یغنی عنہم من
اللہ من شیء الا حاجۃ فی نفس یعقوب
قضیہا وانہ لذو علم لما علمنہ ولكن اکثر
الناس لا یعلمون۔ وہ کچھ انہیں اللہ سے نہیں سچا
سکتا تھا۔ ہاں یعقوب کے جی کی ایک خواہش تھی۔ جو
اس نے پوری کر لی اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے
کھانے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔

خدا تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کا
یہ حکم ان کی ایک خواہش کی بنا پر تھا۔ جو انہوں نے پوری کر لی۔
یعنی بھائی علیحدگی میں مل سکیں۔ اور یہ خواہش ان کو
کیسے پیدا ہوئی۔ کہ وہ ہمارے سکھائے ہوئے علم سے
صاحب علم تھا۔ پھر ہم نے انہیں علم سے رکھا تھا۔
اس علم سے انہیں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ جو انہوں نے
پوری کر لی۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے دیئے ہوئے
علم سے عالم تھے۔

(۹) بیٹے واپس آتے ہیں اور کہتے ہیں بنیامین نے پوری
کی۔ فرمایا۔ بل سولت لکم الفسکم امرا۔ فصیبر
جھیل۔ عسی اللہ ان یا تینی ہم جمیعاً۔ کہا
تمہارے ساتھ نفس نے کچھ حیلہ بنا دیا۔ تو اچھا صبر ہے۔
قریب ہے اللہ ان سب کو مجھ سے ملائے۔

آپ نے بتا دیا کہ یہ حیلہ اور بہانہ کیا گیا ہے۔ ساتھ
ہی فرما دیا کہ وہ وقت قریب آگیا ہے۔ کہ سب آئیں۔
معلوم ہوا کہ یہ بھی علم تھا۔

گم کیا اس کے بارے میں میں تم پر ایسا ہی اعتبار کروں۔
جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا۔ تو اللہ
سب سے بہتر نگہبان ہے۔ اور وہ مہربان سے بڑھ کر
مہربان ہے۔

یہاں یہ بتا دیا کہ میں تم پر اعتبار نہیں کرتا۔ جانتا
ہوں۔ تم بنیامین کو چھوڑ آؤ گے۔ خدا تعالیٰ ہی اس کا
نگہبان ہے۔

(۹) پھر فرماتے ہیں قال لن ارسلہ معکم
حتى تؤتوا موثقا من اللہ لتاتلخی بہ الا
ان یحاط بکم۔ کہا میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہ
بھیجوں گا۔ جب تک تم مجھے اللہ کا عہدہ دیدو کہ ضرور
اسے لیکر آؤ گے۔ مگر یہ کہ تم گھر جاؤ۔ اور اس کو لے کر آنا
تمہاری طاقت سے باہر ہو جائے۔

جب بیٹوں نے کہا نحفظ اخانا ہم بھائی کی حفاظت
کریں گے۔ تو ان سے اللہ کا عہد لیا۔ لیکن جانتے تھے کہ
بنیامین نہیں آئے گا۔ اس لئے الا ان یحاط بکم کی
شرط لگا دی۔ اور عہد اس لئے لیا تاکہ لا پر واہی نہ کریں۔

(۱۰) یہیں بس نہیں فرمایا۔ قال یا بنی لاندخلوا
من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقة۔
وما اغنی عنکم من اللہ من شیء۔ ان بالحکم
الالہ۔ علیہ توکلت۔ کہا اے بیٹو! ایک دروازے
سے نہ داخل ہونا۔ اور جدا جدا دروازے سے جانا۔ میں
تمہیں اللہ سے نہیں سچا سکتا۔ (جو مفہور ہے وہ تدبیر
سے ٹالا نہیں جاسکتا، حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔ میں نے
اسی پر بھروسہ کیا۔

پہلی دفعہ بیٹے جاتے ہیں کوئی ہدایت ہمیں
دی جاتی۔ لیکن اس مرتبہ علم ہے کہ حضرت یوسف علیہ

نہیں۔ لیکن میرا منصب نبوت اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ قبل از وقت ظاہر کروں۔

مندرجہ بالا تمام آیات سے ظاہر ہے کہ وقتاً فوقتاً حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو باتیں کہیں ان سے یہ پایا جاتا ہے کہ آپ کو علم تھا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اِنَّكَ لَنْدَعْلَمُ لِمَا عَلَّمْنَاكَ ”ہم نے ان کو علم دیا ہوا تھا“ ہمارے دئے ہوئے علم سے وہ عالم تھے۔ خود حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ وہ لا تعلمون کیا تھا؟ بیٹوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی تو علم نہ تھا۔ کہ کہاں ہیں۔ اور ان کا کیا حال ہے۔ انہی کا ذکر ہوتا تھا تو یہ باتیں ہوتی تھیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق علم تھا۔

ایک سوال تمام کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت یعقوب

فراق میں روتے رہے۔ اور رونے سے انکی آنکھیں جاتی رہیں۔

لیکن قرآن مجید میں ہے (۱) جب بیٹوں نے انکو اطلاع دی کہ حضرت

یوسف علیہ السلام کو بھڑیا لکھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا فصلاً رجیل کیا صبر جمیل کے معنی رمنے کے ہیں؟

(۲) وَاَبْيَضْتُ عَيْنَا مِنْ الْحُزَنِ وَهُوَ كَظِيمٌ۔ ان کی دونوں آنکھیں حزن یعنی غم کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔ (ومن البکاء یعنی رونے سے نہیں) اور حال یہ ہے کہ وہ غم کو ضبط کرنے والے تھے۔

تقاضائے فطرت یہ ہے کہ غم کو ضبط کیا جائے تو قوی پراتر پڑتا ہے۔ اسلئے غم ضبط کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آنکھوں پر اثر پڑا۔

(۳) اس کے علاوہ بنی کی شان سے بعید ہے کہ وہ صبر کا

(۱) قَالَ اِنَّمَا اَسْكُوْ بَنِي وَحَنَانِيْ اِلَى اللّٰهِ وَاعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ”کہا میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ اور مجھے اللہ کی وہ بشارتیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے“ صاف بتا دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہوا ہے اور میں سب جانتا ہوں۔ نہیں علم نہیں ہے۔ اس لئے فرمایا۔

(۱۱) فرمایا۔ يَا بَنِيَّ اِذْ هَبُوا فَيَحْسَبُوْا مِنْ يُّوسُفَ وَاٰخِيْنَهٗ لَا تَلْتَفِتُوْا مِنْ رُّوْحِ اللّٰهِ ”ای بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو“

چونکہ وقت آچکا تھا۔ فرمایا جاؤ۔ اور پتہ لگاؤ۔ بنیامین کا پتہ سب کو تھا۔ صرف حضرت یوسف علیہ السلام کا پتہ لگانا تھا۔ فرمایا دونوں کا سراغ لگاؤ۔ اور خوشخبری دی۔ کہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ وقت آچکا ہے۔ جدائی ختم ہونے والی ہے۔ جاؤ پتہ لگاؤ۔

(۱۲) حضرت یوسف علیہ السلام قمیص بھیجتے ہیں قبت آچکا ہے۔ اس لئے ظاہر کرنے میں مضائقہ نہیں فرماتے ہیں۔ قَالَ اِبُوْهُمَا اِنِّیْ لَاجِدٌ سَیِّحٌ یُّوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تَقْضٰی ذَنْبٌ ”ان کے باپ نے کہا بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ اگر مجھے یہ نہ کہو کہ ٹھک گیا ہے“ بتا دیا۔ خوشخبری آنے والی ہے۔

(۱۳) آخر میں فرماتے ہیں۔ قَالَ اَلَمْ اَقْلَمْكُمْ اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ”کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے“

مجھے علم دیا گیا ہے۔ مجھ سے کچھ بھی پوشیدہ

سلام عربوں کی اقتصادی حالت

(مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاخیل)

جراثیم کی پرورش ہوتی ہے۔ آج کل عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی ملکوں کو اشتراکیت سے کوئی خطرہ نہیں۔ اس لئے کہ اس مخالف مذہب اور لادینی تحریک سے مسلمان مذہباً متنفر اور برگشتہ ہیں۔ اور کوئی مرد مومن اشتراکیت کے بادی نظریوں کو قبول نہیں کر سکتا۔ اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اسلامی نظام اُن تمام مسائل حیات کو بہترین طریقہ سے حل کرتا ہے جن کے کامیاب حل کا دعویٰ لیکر اشتراکیت سامنے آگئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلامی نظام بہترین نظام حیات ہے۔ اس میں تمام انسانیت کے فلاح و بہبود کے لئے پورا پورا سامان موجود ہے۔ اور اس میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ کہ وہ ہر انسانی نظام زندگی کا پورا مقابلہ کر سکتا اور میدان میں شکست دے سکتا ہے۔ لیکن مصیبت تو یہ ہے کہ ان اسلامی ملکوں یعنی مسلمانوں کے ملکوں میں وہ اسلامی نظام زندگی عملی طور سے موجود کہاں ہے ؟ اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ایک مسلمان اشتراکیت اور ہر لادین تحریک سے بیزار و متنفر ہوتا ہے۔ اور کبھی اسے قبول نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ تو اس وقت ہوتا ہے جبکہ مسلمان نسلی، قومی، اور رسمی مسلمان نہ ہو بلکہ ایمان کی بشارت ان کے قلوب کی گہرائیوں میں داخل ہو چکی ہو۔ مگر ان مسلمان ملکوں میں افراد کی بات چھوڑیے۔ اجتماعی طور سے مسلمان کہلانوالوں کا عمومی مزاج اور اجتماعی جذبہ کیا ایمان کے اس معیار پر ہے۔

مال و دولت کی غیر منصفانہ تقسیم باشندگان ملک میں غیر فطری اونچ نیچ کا موجود ہونا ایک طرف عیش و عشرت اور مستی کی فراوانی اور دوسری طرف فقر و فاقہ اور بھوک و عریانی کا وجود۔ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جس ملک میں یہ پائی جاتی ہوں وہاں خود بخود موجودہ دور میں اشتراکیت و اشتمالیت کے جراثیم پیدا ہوتے اور بڑھتے پلتے ہیں۔ یہ داخلی جراثیم خارجی محرکات کے معمولی اشارہ سے موقعہ پاتے ہی اس قدر کھلبلی مچاتے ہیں۔ کہ پھر ملک کا نظام تہ و بالا ہو جاتا ہے۔ خرمین امن و امان پر بجلیاں گرانی جاتی ہیں۔ خون کی ندیاں بہانی جاتی ہیں۔ اور پوری بہیمیت کے ساتھ سفاکی و درندگی کا ہر طرح مظاہرہ ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی ملک میں بھی اشتراکیت کے نظریہ کو عوام سمجھ بوجھ اور علمی نظریہ کے طور پر قبول نہیں کرتے۔ یا بہت ہی کم لوگ قبول کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر بھوکے ننگے عوام جو چند سرمایہ داروں اور بے اثر اقتدار طبقہ کے ظلم و جور اور جبر و استبداد کا شکار ہوئے ہوئے ہیں وہ تنگ آمد بھنگ آمد کے مطابق اپنی ”چنگال“ سے ”چشم پلنگ“ ٹکائے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس لئے اس سیلاب کفر و الحاد اور فتنہ عظیمہ کی مداخلت کا یہ طریقہ ہرگز نہیں کہ فخر زبانی باتوں سے اس بڑھنے والے سیلاب کو روکا جاسکے۔ بلکہ اصل علاج یہ ہے کہ ہر ملک میں سے اُن اسباب کو دور کیا جائے جن کی وجہ سے یہ جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ تمام اندونی گندگیاں دور کی جائیں جن میں ان ملک

مولانا مسعود صاحب کے مشاہدات

مولانا مسعود عالم صاحب نے ۳۱ اگست ۱۹۴۹ء کی ڈائری لکھتے ہوئے کویت سے ”ریاض“ پایہ تخت نجد و حجاز جانے کا ذکر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ لکھتے ہیں: ”قریب میں نجد کی عام غربت کا بھی احساس ہوا۔ موٹروں کی کثرت نے بدوؤں عربوں کی اقتصادی حالت بالکل تباہ کر دی۔ اونٹ بائری و داری اور سواری کے کام آتے تھے۔ اور یہی ان کا بڑا ذریعہ معاش تھا۔ اب یہ ذریعہ بالکل ختم ہو گیا۔ اور اس کا بدل نہیں پیدا کیا جاسکا۔ دوپہر کے وقت نصف فرانک دو چار پانچ روپے تپتی ہوئی دھوپ میں بیٹھے کھانکے انتظار میں تھے۔ جوں ہی ہم لوگ کھانے سے فارغ ہوتے اور موٹر کا خادم طشت لیکر نکلا سب کے سب لپ کر آتے۔ آمد تیزی کے ساتھ باقی چا دل کھا گئے۔ شاید ہر ایک کے حصے میں چار پانچ نقموں سے زیادہ نہ آیا ہو۔“

آگے جا کر لکھتے ہیں: ”

”اللہ کی شان اس وادی غیر فزی زرع میں اس درخیز ”مخلوق“ (پٹرول) کی یہ بہتات۔ کویت سے ظہران تک مسلسل تیل کے کنوئیں نظر آتے ہیں۔ اور آگ کے شعلے دور ہی سے ان کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ چشمے کویت بحرین اور حکومت سعودیہ کی قلمرو میں برآمد ہوتے ہیں۔ اور اب یہ حکومتیں سب کے سب خاصی مالدار ہیں۔ مگر افسوس اس ثروت میں عوام کا حصہ بہت کم ہے۔ شخصی حکومتوں میں یہ و با عام ہے۔“

۳۱ اگست کے روزنامہ ”مقام“ ”الراج“

تک پہنچنے کا ذکر کرتے ہیں: ”

جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ ”وَمَنْ يَكُنْهُ انْ يَجُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ انْ اِنْقَضَ لَهُ مِنَ الْكُفْرِ اَنْ يَقْضَىٰ فِي النَّاسِ۔“ یہ ایک حقیقت ہے اور بڑی تلخ حقیقت کہ اجتماعی طور سے ہم سے وہ ایمانی قوت اور انصاف کی کیفیت رخصت ہو چکی ہے۔ جو ہر غیر اسلامی طاقت کا مقابلہ کر کے کبھی مسلمانوں کو فتح مندرکاتی تھی۔ اب ان حالات میں جبکہ ان اسلامی ممالک کی مذہبی حالت یہ ہو۔ اور ان ممالک کی اقتصادی حالت اور معاشی مسائل اس طرز و انداز پر پہنچ گئے ہوں۔ جس حالت میں اشتراکیت کے لئے میدان صاف ہو جاتا ہے۔ تو پھر کہاں توقع کیا جاسکتی ہے۔ کہ زیادہ دیر تک یہ ملک اس فتنہ سے محفوظ رہ سکیں گے۔ مال و دولت کی غلط تقسیم، امراء و رؤسا کی حیاشیاں اور عام قوم کی فاقہ مستی اور غربت و فلاکت پورے زور و شور کے ساتھ نمایاں طور سے ان ممالک میں موجود ہے۔ ایران، عراق، مصر اور دوسرے عربی ممالک کے علاوہ نجد و حجاز تک میں جو منہج اسلام ہے۔ یہی حالات کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اخباری ذرائع و وسائل اور نامہ نگاروں کی رپورٹوں اور بعض آنے جانے والوں کے مشاہدات۔ اور باخبر حلقوں کے تاثرات مدت سے دیکھنے سننے میں آرہے تھے۔ اور اس سے طبیعت پر رنج و وزن کا اثر پڑ جاتا تھا۔ اور ہر وقت یہ اندیشہ سامنے آتا۔ کہ ۵۰ چوکھڑا کعبہ بر خیز و کجا ماند مسلمانی۔ لیکن مولانا مسعود عالم صاحب ندوی کی تازہ کتاب ”دیار عرب میں چند ماہ“ کے مطالعہ اور پھر مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کے ایک مکتوب گرامی سے جب ان بیانات کی تائید ہوئی جو اس غیر فطری اور بعد المشرقین تفاوت کے بارہ میں سنتے رہے تھے۔ تو انتہائی رنج ہوا۔

ص کے ذریعہ سے بھی معلوم ہو رہا تھا۔

کی ہمت بڑھے۔ اور تھوڑی دیر میں طائف کے دروازے پر پہنچ گئے۔ ترکی دور کے کھنڈر کافی دکھائی دیتے۔ شریف اور ان کے اہل خاندان کی عمارتیں بھی یہاں بڑی تعداد میں تھیں۔ مگر دنیا ہمیشہ کسی کی رہی ہے۔ کبھی طائف ترکی گورنروں کی جائے رہائش تھا۔ کبھی شریف مکہ کا خاندان یہاں داد عیش دیتا تھا.....

..... امیر فیصل کا شاندار محل دور سے دکھائی دیتا ہے۔

خیال ہی ہوتا ہے کہ ”محمد بن عبدالوہاب“ کے مصنف اور ”سجدت دو ہا بیت“ سے بدنام مولانا مسعود صاحب اپنے تاثرات کو کافی حد تک دبائے کے بعد ہی آخر کار مجبور ہو کر یہ چند سطور صفحہ قرطاس پر نقش کئے ہو گئے۔ نہ انکو ابن سعود کی مخالفت و بدنامی مقصود ہے اور نہ انہیں اس سے کوئی ذاتی پر خاش اور بغض و عداوت ہے۔ اور نہ ہم اس بنا پر یہ نقل کرتے ہیں کہ ”ابن سعود“ بدنام ہو جائے۔ اور حکومت سعودیہ پر کسی بُری نیت سے تنقید ہو۔ البتہ یہ ضرور پیش نظر ہے کہ اتباع سنت کا مدعی اور جذبہ سلفیت میں جنت البقیع کے مقدس مزارات کو بھی معاف نہ کرنے والا آج کس راستے پر جا رہا ہے۔ یقیناً یہ حالات خود بخود اشتراکیت کے فتنہ کو دعوت دینے والے ہیں۔

مولانا علی میاں کے تاثرات

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی امسال حجاز مقدس ادا کیلئے حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ انہوں نے عدن سے ۱۲ ستمبر کا لکھا ہوا ایک خط مدیر الفرقان ”مولانا محمد منظور صاحب نغانی“ کے نام ارسال کیا ہے۔ جو ”الفرقان“

عام کسی ضرورت سے جھوپٹے کے باہر گئے۔ عاجز نے ایک بچے کو بلا کر تمام سوکھی روٹیاں دیدیں۔ بس! پھر کیا تھا۔ دو تین منٹ کے اندر ہمارے جھوپٹے پر دس بارہ بچوں نے مل کر حملہ کر دیا۔ اور طرح طرح کی دعائیں دیکر گڑ گڑا کر روٹی کا ایک ایک ٹکڑا مانگنے لگے۔ لاکھ کموں ”بابا اب ہمارے پاس کچھ نہیں“ مگر وہ نہیں مانتے۔ زنبیل ”جھیا“ کی طرف اشارہ کرتے۔ بد قسمتی سے ہمارے پاس چھوٹے بکے بھی نہ تھے۔ ورنہ ایک ریال میں سب کو منارخصت کر دیتا۔ ایک ریال میں بائیس قرش ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف ریال تھے۔ ہر ایک کو ایک ایک ریال دینا ہماری حیثیت سے باہر تھا۔ بڑا پریشان ہوا۔ عربوں کا عاشق، عربی عظمت کا خواب دیکھنے والا، عربی نخوت و حمیت کا لقمہ سنج، یہ گنگار۔ ایک عجیب کیفیت سے دوچار تھا۔..... بڑی مشکل سے جان چھوٹی۔ جان تو چھوٹی۔ مگر دل پر ایک داغ رہ گیا۔ شاہی خاندان کے افراد ایک ایک ڈزپر دس دس ہزار پاؤنڈ صرف کریں اور وسط صحرائیں بدوؤں کے بچے روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترسیں۔ اگر اسلامی حکومت اسی کا نام ہے تو اسلام اور مسلمانوں پر فاتحہ پڑھ لینا چاہئے۔ ۱۳ ستمبر کے روزنامہ میں طائف پہنچنے کا ذکر کے لکھتے ہیں۔

”آخر یہ مسافت بھی ختم ہوئی۔ ”الحویہ“ کا ہوائی اڈہ سامنے آیا۔ ملک معظم کا نیا قصر تعمیر ہو رہا ہے۔ آرام گاہ پہلے سے موجود ہے۔ مگر اب بادشاہ کے شایان شان قصر تیار ہو رہا ہے۔ ہوائی جہاز سے اترنے کے لئے کچھ دیر سٹولنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہوائی اڈے اور اس کے ارد گرد کی عمارتوں پر نظر ڈالتے ہوئے ہم طائف

بابت ماہ ذوالحجہ میں شائع کیا گیا ہے۔ اس گرامی نامہ میں مولانا موصوف مکمل مقام پر جہاز ٹھہرنے کا ذکر کرتے ہیں۔ اور وہاں کے تاثرات کو یوں قلب بند فرمایا ہے:

”غربت بہت ہے۔ استعداد و صلاحیت موجود ہے۔ لیکن کام لینے والے مفقود۔ فقرا کو ”قوت لایموت“ کے حصول سے ادراہرا کو دولت و ترقی سے فرصت نہیں۔ دن کو ہم نے عرب ملاہوں کو پیسوں کے لئے مسابقت کرتے اور ان کے بچوں کو پیسہ پیسہ کے لئے غوطہ لگاتے دیکھا۔ اور سواد ہونے والے حجاج کے لباس اور حال کو دیکھ کر اس ملک کی غربت کا مشاہدہ کیا۔ پھر اسی شہکرات میں بجلی کے مقبوض

سے جگمگاتے بھی دیکھا۔ اس وقت کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ کہ یہ ان غریب ملاہوں کا شمار ہے۔ جو پیسہ پیسہ پر ٹوٹتے اور لقمہ لقمہ کو ترستے تھے۔ غربت و امارت کا یہی اجتماع ہے جو اشتراکیت کو دعوت دیتا ہے۔ بلکہ بلانے جاتا ہے۔ اور خوشامد کر کے لاتا ہے۔ مگر کس سے کہا جائے۔ مصر کے تربیت یافتہ اساتذہ حب آئیں گے تو وہ اس غریب و دہلت قوم کے لئے جو کم سے کم فطرت اسلام پر ہے کہتے مفید یا مضر ہوں گے۔ اس کو آپ خوب جانتے ہیں۔“

تجربات

(از مہتمم فیض صاحب لودھیانوی)

سو گواری سے کچھ نہیں بنتا
اشک باری سے کچھ نہیں بنتا
بمقراری سے کچھ نہیں بنتا
فرقہ داری سے کچھ نہیں بنتا
پردہ داری سے کچھ نہیں بنتا
خام کاری سے کچھ نہیں بنتا
بادہ خواری سے کچھ نہیں بنتا
بد شعاری سے کچھ نہیں بنتا

آہ وزاری سے کچھ نہیں بنتا
اب زمانہ ہے گولہ باری کا!
ہر مصیبت میں صبر لازم ہے
متفق ہو کے قوم بنتی ہے
خود بخود دراز فاش ہوتے ہیں
قول صادق ہے پختہ کاروں کا
دل بھی برباد مال بھی برباد!
دین و دنیا خراب ہوتے ہیں!

فیض بے باک غزم پیدا کر
شہر مساری سے کچھ نہیں بنتا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اسلام

(مولانا سید نذیر الحق صاحب میرٹھی)

(بلسلسلہ اشاعت گذشتہ)

سلسلے لالہ کا نعرہ بلند کرے، غیر اللہ کی اطاعت سے انکار کر دے۔ اور تمام فراعین و نماردہ کو رزہ براندام کر دے۔ اور غم مصمم کر لے کہ میں غیر اللہ کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کروں گا۔ اگر آج مسلمان غیر اللہ کی غلامی میں گرفتار ہیں اور مجبوران باطلہ کے تخت اوندھے نہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لالہ کے حقیقی مفہوم سے نا آشنا ہیں۔ اور ان کے بناسیتی پیر، مولوی، لیڈر، حاکم اور ارباب علم و فکر بھی اس سے نا آشنا ہیں۔ زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی

آج کیلئے ہے فقط اک مسئلہ علم کلام خلاصہ کہ ایمان کی تحقیق کی کفر سے تبری کرنا ضروری ہے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں کہ اگر عیاداً باللہ کوئی تصدیق کا بھی دعویٰ کرے۔ اور کفر سے تبری و بیزاری بھی ظاہر نہ کرے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔ جو ارتداد کے نشان سے داغدار ہے۔ اور حقیقت میں اس کا حکم منافق کا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

”ادنیٰ تبری یہ ہے کہ دل سے ہو۔ اور اعلیٰ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور تبری سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے۔ وہ دشمنی خواہ دل سے جبکہ ان کے ضرر کا اندیشہ ہو۔ خواہ دل اور جسم

اسلام کی تمام تعلیمات و ہدایات کا محور و مرکز! لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ وہ ہر مسلمان سے دو چیزوں کا اقرار و اعتراف کرنا ہے۔ توحید اور رسالت توحید کا مطلب صرف اتنا نہیں کہ ”کوئی دوسرا خدا نہیں“ بلکہ اس مفہوم میں جان ڈالنے والی اور ایک مومن کو حقیقی مومن بنانے والی چیز یہ ہے کہ ”کوئی طاقت نہیں جو مجھ پر حکمران ہو سکے“ یہ موعود کی زندگی کی پہلی منزل ہے۔ اسکی زندگی کی تمام فعالیت اور قہاریت اسی بنیادی حقیقت پر مبنی ہے۔ اگر ایک کلمہ گو مسلمان اس حقیقت سے نا آشنا اور اس فعالیت و قہاریت سے محروم ہو تو وہ حقیقی مومن نہیں۔ روح ایمان اس چیز کا علم و ادراک اور تصور و یقین ہے کہ کائنات میں کوئی طاقت نہ مجھ پر حکمران ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ کائنات میں قوت کا مظہر اتم انسان ہے۔ اور سب انسان مخلوق، محتاج الی الغیر ہیں۔ لہذا کسی انسان کو مجھ پر حکومت کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اسی حقیقت میں وہ قوت پنہاں ہے جو ہر مسلمان کو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد کرتی اور تمام طاغوتی طاقتوں پر چھا جانا سکھاتی ہے۔

غیر اللہ کی اطاعت سے انکار | اسلام توحید کے ذریعہ ہر مسلمان کو حکم دیتا ہے کہ اگر وہ زندگی کا طالب ہے تو غیر اللہ کے

دولوں کے ساتھ ہو۔ جبکہ ان کے ضرر کا اندیشہ نہ ہو۔ آئیہ کریمہ
یا ایہا النبی جاہل الکفار الخ اس مضمون کی تائید
کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ اور اس کے رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر
ثابت ہو سکتی۔ (مکتوب ۲۶۶ ص ۵۶)

اللہ کیلئے دوستی اور دشمنی لوازم ایمان میں ہے
کون نہیں جانتا کہ المحب للہ والبغض للہ
بھی لوازم ایمان میں سے ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
گرامی ہے: من احب للہ والبغض للہ و
اعطی للہ ومنع للہ فقد استكمل الايمان
جس نے اللہ کے لئے دوستی رکھی۔ اللہ کے لئے دشمنی
کی۔ اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا اس نے اپنے
ایمان کو مکمل کر لیا۔

پس جو شخص ان چاروں صفات سے محروم
ہے اس کا ایمان مکمل نہیں۔ المحب للہ اور البغض للہ
کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار بندوں
کو اللہ تعالیٰ کیلئے دوست رکھا جائے۔ اور ظالموں
کافروں، عاصیوں اور فاسقوں سے اللہ تعالیٰ کیلئے
دشمنی کی جائے۔ اس کے بغیر اس دنیا میں اسلام کا مشن
پورا نہیں ہو سکتا۔ کافروں اور ظالموں کی اطاعت، وفاداری
اور دوستی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے اطاعت گزار بندوں
پر عرصہ حیات تنگ کیا جائے اور کافروں اور ظالموں
کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں۔

دنیا میں جتنے بھی نبی، صدیق، شہداء، صالحین
مجددین اور علمائے حق گذرے ہیں ان میں سے کسی
ایک کی نسبت بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ ان بزرگ دیدگان

انہی میں سے کسی نے بھی غیر اسلامی نظاموں کی سخت
ممبر و قناعت کے ساتھ زندگی بسر کی ہو، خدا کے ہاتھوں
اور دشمنان حق و صداقت سے دوستانہ گانٹھیں ہوں، کفار
و مشرکین کی غلامی و اطاعت کا درس دیا ہو، ان کے عدل
و انصاف کے گیت گائے ہوں، ان کی حکومتوں کی خوشامد
و چاہلوسی اور وفاداری کو فرض سمجھا ہو اور ظالموں و فساد
کی رضامندی و خوشنودی کے پروانے چل گئے ہوں۔
اہل حق اور ارباب اقتدار اس کے برخلاف قرآن

گواہ ہے کہ اہل حق ہر زمانہ میں اہل باطل سے ٹکراتے اور طاغوتوں
طاغوتوں کو پیغام فنا دیتے رہے، کفر و شرک کا زور توڑتے
رہے، معبودان باطل کو سرنگوں کرتے رہے، غلاموں کو
توحید کا مفہوم سمجھا کر آقاؤں کے مقابلہ میں صف آرا کرتے
رہے، ایک ایک حق پرست موحد نے ہزاروں انسانوں کو میدان
کیا۔ اور ارباب اقتدار کے بازوؤں کو شل کیا۔ ایک ایک اللہ
کے بندے نے سارے ملک میں انقلاب پیدا کیا۔ اور دشمنان
حق و صداقت سے ٹکری۔ اور ہر زمانہ کے اہل حق مسلمانوں کو
یہی سبق دیتے رہے۔ کہ اگر تم توحید اور رسالت محمدیہ پر ایمان
رکھتے ہو تو اٹھو۔ جو نقش کمن نظر آئے اُسے مٹاؤ، معبودان
باطلہ کو وہ مردہ یا زندہ انسان ہوں یا بت، اور بادشاہ ہوں یا
سرباہ وارسب کو پاش پاش کر دو۔ یہیں کسی بادشاہ، سلطان
یا حکمران کے سامنے سہرت جھکاؤ۔ خدا کے سوا کسی دوسری
طاقت کے سامنے سر جھکا کر شرک فی الذات ہے۔ پس بادشاہوں
دولتداروں اور اہل ہوس سے بے نیاز ہو جاؤ۔ ان کے محلات
کا طواف مت کرو، ان کی صحبتوں سے بھاگو، ارباب حکومت
کی ہاں میں ہاں نہ ملاؤ، ظلم اور انصاف کی ساتھ نہ دو، اور
ایسا نظام جو انسانوں کا خون چوس رہا ہو اس کو دم دم ہر دم کر دو۔

اہل حق کا منصب مقصد: ہر زمانہ کے

اہل حق نے ایسا کیوں کیا؟ صرف اس لئے کہ وہ انسانوں کے سچے ہمدرد و غمخوار، حق و صداقت کے علمبردار، امن و انصاف کے حامی، خدا پرستی و نیک عملی کے داعی، شرف و فساد کے دشمن، ظلم و ستم کی کے ماحی اور نیکی کے محافظ تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ انسان

الصل کو پرکاش کی برابر بھی وقعت نہیں دے سکتے۔ اس لئے کہ کائنات کا حاکم و آمر خدا ہے۔ نہ کہ زید و بکر، قیصر و کسری، اور فرعون و منرود۔ پس جب تک تم خدائے واحد کے سامنے سر نہ جھکاؤ، اسکی بندگی اختیار نہ کرو، اور اپنی حکومت و قانون سازی سے ہاتھ نہ اٹھاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی ہو۔ اور ہم تمہارے منکر اور باغی ہیں۔

اسوۂ ابراہیمی
اسلام کی حقیقت

مذکورہ بالا حقائق کو سمجھنے کے لئے اسوۂ ابراہیمی پر غور فرمائیے۔

جہاں قرآن حکیم نے ہمارے سامنے نبی کریم صلعم کو بطور اسوۂ حسنہ کے پیش کیا ہے وہاں اسوۂ ابراہیمی کو ہی پیش کیا ہے۔ ان دونوں میں اجمال و تفصیل کی نسبت ہے۔ اسوۂ ابراہیمی دین حق کا اجمال ہے۔ اور اسوۂ محمدی اسکی تفصیل۔ چنانچہ خدائے قدوس ہمیں حکم دیا ہے کہ جب تم میری عبادت کیا کرو تو اپنا منہ خلیل

اللہ کے بناتے ہوئے معبد کی طرف کر لیا کرو۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ چہرے ہی نہیں بلکہ اپنے دلوں، عقلوں اور زندگیوں کا رخ بھی اسی کی طرف پھیر دو۔ یعنی انکی قربانی کی پیروی اور اسوۂ کی تقلید کرو۔ چنانچہ ارشاد باری ہے: **وَقُلْ كَفَتْ لَكُمُ اسْوَةُ حَسَنَةٍ فِي**

جلسہ مرکزی حزب الانصار بھیرہ
اکیسواں سالانہ

مورخہ ۲، ۳، ۴ مارچ ۱۹۵۷ء بروز

جمعہ ہفتہ، اتوار مطابق ۲۳، ۲۴

۲۵ جمادی الاول ۱۳۷۷ء موافق

۱۹، ۲۰، ۲۱ مہینہ گنیمت بمقام جامع

مسجد بھیرہ منعقد ہوگا جس میں پاکستان بھیرہ

کے علماء کرام و مشائخ عظام شامل ہونگے

ناظم جلسہ سالانہ

اپنے جیسے انسانوں کی بندگی اختیار نہ کریں۔ بلکہ اللہ کی اطاعت و بندگی کا قلاوہ اپنی گردنوں میں ڈال لیں۔ لہذا جو بادشاہ سلطان، حاکم، دولتمند اور طاقتور اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ بنانا انکو اپنی مرضی پر چلانا اور انپر اپنا قانون نافذ کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس سے لامحالہ متصادم ہوتے تھے۔ آج بھی ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ دراصل اللہ والوں کا منصب و مقصد یہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین رائج کریں تاکہ دنیا میں امن و راحت کا

دور دورہ ہو۔ اس لئے لامحالہ وہ طاغوتی طاقتوں اور دنیاوی حکومتوں سے متصادم ہوتے ہیں۔ اور امراء و سلاطین کے ظالمانہ و مفسدانہ فرامین و قوانین کو پائے حقارت سے ٹکرا دیتے ہیں۔ بادشاہوں سے صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کے دستور العمل کے سامنے تمہارے دستور

ابراہیم والذین معہ اذ قالوا القوم ہم انا بنواؤ
منکم ومما تصدقون من دون اللہ دکنہنا بکم
وبل ابنینا وبنینکم الصداۃ والبغضاء ابل احب
تؤمنوا باللہ وحمل کالہ سورہ ممتحنہ۔ پھر جینک
تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو انکے ہمراہ تھے،
اچھا نمونہ ہے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے دواشکاف
طور پر، کم دیا تھا کہ ہم تم سے اور ان سے جنہیں تم پوجتے
ہو بیزار ہیں۔ سوائے اللہ کے۔ ہم نے تمہارا انکار کر دیا۔ یہاں
اور تمہارے درمیان دشمنی ظاہر ہو گئی اور بغض ہمیشہ کیلئے۔
جینک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

یعنی اسوہ ابراہیمی یہ ہے کہ کفار و مشرکین سے اعلان
بیزاری کر دیا جائے۔ اور جینک وہ اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان
نہ لائیں اس وقت تک ان سے بغض و عداوت رکھی جائے۔
سورہ حج میں ارشاد ہے۔ مزلۃ ابراہیم۔ ہو
سماکم للسلیمین الخ ”دین تمہارے باپ ابراہیم کا۔ اُسے
تمہارا نام مسلمان رکھا۔“

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت کو اسلئے یاد دلایا گیا ہے
کہ انکی زندگی اسلام کی زندگی کا مظہر اتم اور نمونہ تھی۔ انہوں
اپنی عظیم الشان اور مجید العقول قربانیوں کا نمونہ دکھا کر اسلام
کی حقیقت کو عالم آشکار کر دیا۔ اس حقیقت سے مراد جہاد فی
سبیل اللہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، قیام صلوة اور اعلان
حق ہے۔

اسلام کے پورے مذہبی نظام کا مرکز بنی نقطہ
جسے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام
کی مقدس زندگیوں اور کارناموں کا با معان نظر مطالعہ کیا
ہے۔ اور جو اسلام کو ایک مکمل نظام حیات سمجھتا اور مانتا
ہے وہ اسلام کی اس حقیقت کو خوب سمجھتا ہے۔ لیکن جن

لوگوں نے اسلام کا اس نقطہ نظر سے مطالعہ نہیں کیا۔ ان کو
معلوم ہونا چاہئے۔ کہ اسلام کا پورا مذہبی نظام اعلا و کلمہ
اللہ اور دین حق کے قیام کی سعی و طلب پر استوار ہے۔ نماز
زکوٰۃ، روزہ، حج، دیگر عبادات و فرائض، اور اوامر و نواہی
ورد و وظائف اور ذکر و اشتغال سب کے سب اسی غایت
اصلی کے تابع ہیں۔ ان تمام اعمال و فرائض کے ذریعہ
اسلام چاہتا ہے کہ خدا کی زمین پر بس اُسی کی بندگی کی جائے۔
انسانوں کی حاکمیت و قانون سازی مٹ جائے۔ جو دنیا میں
تمام مظالم و مفاہد کی بڑ ہے۔ طاغوت سے انکار کر دیا جائے۔
اور مہبودان باطل کے زور و قوت اور اثر و اقتدار کو مٹا دیا جائے۔

مطلب یہ کہ اس دنیا میں اللہ کے سوا جسکی اطاعت
بھی کی جائے، اللہ کی اطاعت کے تحت احاسکی مقررہ حدود
کے اندر کی جائے۔ اسلام نے جو نظام اطاعت پیش کیا ہے
مثلاً والدین کی اطاعت، بیوی کے لئے شوہر کی اطاعت،
اولی الامر کی اطاعت، استناد کی اطاعت اور مرشد کی اطاعت
وغیرہ۔ ان سب اطاعتوں کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ
لا طاعۃ الا للہ فی معصیۃ اللہ۔ یعنی اللہ کی
معصیت کے کاموں میں مخلوق میں سے کسی کی بھی اطاعت
نہیں کرنی چاہئے۔ سیاسی و تمدنی امور اور مذہبی معاملات
میں جس کی اطاعت بھی ہو اللہ کے حکم کے ماتحت ہو۔
خدا کے حکم اور اسکی اطاعت سے بے نیاز ہو کر جس کی بھی
اطاعت کی جائے، جسکو بھی اپنا مقتدر اعلیٰ، حاجت روا،
مشکل کشا، ننگن، کار ساز اور حامی و مددگار سمجھا جائے اور
اس سے اپنا نفع و نقصان وابستہ کیا جائے وہی اس کا مہبود
ہے۔ خواہ زبان سے اسکو اپنا مہبود کہے یا نہ کہے۔

کافروں اور جھوٹوں کی اطاعت نہ کرو

نظامہ یہ کہ اسلام میں اطاعت مطلق صرف ذات باری کی ہے۔ اور کسی کی نہیں۔ اور یہی چیز مسلمانوں میں زیر دست طاقت اور انقلابی قوت پیدا کرتی ہے۔ جس کو دیکھا اور شکر دنیا کے تمام بادشاہوں، حاکموں، لیڈروں، پٹروں و ظالموں اور مفسدوں کی روح کا پختی ہے۔ اور وہ اسلام کی اصل آواز کو دبانے اور مٹانے کے لئے اللہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی کوئی حکومت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ والے اسلام کو گالبا نہیں کرتی۔

مذکورہ بالا اصول کے علاوہ جن ظالم و مفسدانوں کی اطاعت سے تمدن و سیاست میں ظلم و فساد برپا ہوتا اور اخلاق و انسانیت تباہ ہوتی ہے ان کے لئے صاف صاف حکم دیدیا۔

وَلَا تَطْعَمُ الْكَافِرِينَ - آدم کا فردنکی اطاعت نہ کرو۔
وَلَا تَطْعَمُ الْمَلَکَیْنِ - آدم جو ٹوٹوں کی اطاعت نہ کرو۔
وَلَا تَطْعَمُ کُلَّ حِلَافٍ - آدم انکی اطاعت نہ کرو۔ جھوٹی قسمیں کھاؤ والا۔ ذیل ہے وقت عیب لگانوالا، جو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو، بھلائی کے کاموں سے منع کرنا ہو، گناہوں میں جد سے زیادہ گذر جائیوالا ہو، سرکش اور اس کے بعد سخت مزاج ہو۔

اسلام کی حقیقت و دین کی تعریف، اس کے مقاصد و مطالبات اور اس کے مطالب و حقوق آپ کے سامنے ہیں۔ آئیے اب یہ دیکھیں کہ مرزا صاحب کا مبلغ علم اور آپ کے کارنامے اس باب میں کیا ہیں۔ انہوں نے اسلام کی کوئی خدمت سرانجام دی یا تمام عمر اسکی بیخ کنی پر کمر بستہ ہے؟

مرزا صاحب کا مبلغ علم ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے اسلام کی

حقیقت اور اس کے مقاصد و مطالبات کو نہیں سمجھا۔ عوام مسلمانوں۔ اور لیڈروں کی طرح اسلام کا تصور ان کے ذہن میں صرف یہ تھا کہ اسلام ایک مذہب ہے۔ مذہب سے مراد چند عقیدے، چند عبادتیں اور چند رسوم ہیں۔

۔ بس مرزا صاحب کے ذہن میں بھی اسلام کا اتنا ہی تصور تھا۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی دعوتوں، انکی سیرتوں، انکے کارناموں اور انکے طریقہائے کار سے بالکل ناواقف تھے۔ نہ توحید کی حقیقت کو سمجھتے تھے اور نہ نبوت کی حقیقت کو۔ انہوں نے اسلام کو ایک مکمل نظام حیات اور انقلابی دعوت کی حقیقت سے سمجھا ہی نہیں۔ انکی تمام تحریروں اور تقریروں میں توحید، نبوت، خلافت، دین، عبادت، فقر، ایمان، حریت اور جہاد کی پوری اور صحیح حقیقتوں کا نشان تک نہیں ملتا۔ اسی لئے تو انکو دعویٰ نبوت کی جرأت ہوئی۔ وہ طاعنوں کی پوری اور صحیح تعریف سے بھی نا آشنا تھے۔ اسی لئے بجائے طاعنوں کے انکار کے اسکی حمایت و سرپرستی اور تعریف و توصیف سے انکی تمام کتابیں بھری پڑی ہیں۔ انکی نظر اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کی تاریخ کے اصولی اور باریک فرق تک بھی نہ پہنچ سکی۔ اسلئے وہ تاریخ مسلمین پر تاریخ اسلام کے نقطہ نظر سے نقد و تبصرہ کر کے یہ معلوم نہ کر سکے کہ صدیوں سے اسلام قبول کرنے والی اقوام کے درمیان فی الواقع اسلام کا کیا حال رہا ہے۔

تحقیق مذہب شیعہ کیلئے ضروری ہدایا

امام اہل سنت والجماعت مولانا محمد عبدالشکور صاحب الکھنوی مدظلہ

یہ چند ضروری ہدایات اسلئے لکھی جاتی ہیں کہ ہر مسلمان انکو سمجھ کر یاد کر لے اور پڑھے لکھے مسلمانوں پر فرض ہو کہ ان پڑمہ لوگوں کو اچھی طرح سمجھا کر یاد کرادیں انشاء اللہ تعالیٰ ہر کسی کا فریب و دجل کچھ نقصان نہ پہونچا سکے گا ۔

- (۱) صحابہ کرام کے بعد کلمہ گویان اسلام میں بہت فرقہ ہو گئے بہت مذہب بن گئے۔ مگر استدریہ بنیاد اور عقل و نقل کے استدر خلاف کوئی مذہب نہیں جیسا کہ مذہب شیعہ ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ قرآن شریف پر اپنا ایمان ثابت نہیں کر سکتے۔ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے مذہب کا سلسلہ نہیں پہنچا سکتے۔ نہ آپ کی نبوت و ختم نبوت پر ایمان ثابت کر سکتے ہیں۔
 - (۲) مذہب شیعہ کی تعلیم ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوانہ علیہم اجمعین سے اور بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سب مرتد ہو گئے۔ صرف چار آدمیوں کو متشی کہتے ہیں۔ ابوذر۔ مقداد، عمار، سلمان۔ مگر ان چاروں میں بھی کچھ عجیب نکالتے ہیں۔ اور جھوٹا تو سب کو قرار دیتے ہیں۔ جھوٹ بولنے سے ایک کو بھی متشی نہیں کرتے۔
 - شیعہ اپنے اس عقیدہ کی وجہ خوب بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کو ہم منافق و مرتد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نص خلافت کا انکار کیا۔ حضرت علی کی خلافت غصب کر لی۔ ان سے جبراً بیعت لی۔ حضرت فاطمہ زہرا کو ایذا تین پہونچائیں۔ فلک غصب کیا۔ ان کا حمل سا قحط کیا۔ مارا پیٹا شہید کر ڈالا۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ صحابہ کرام سے دشمنی اور انکی بدگوئی محض محبت اہل بیت کی وجہ سے ہے۔ اور حضرت علی اور ان کے تین چار ساتھیوں کے جھوٹا کہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بوجہ دشمنوں کے نفوذ کے اپنا اصلی مذہب
- چھپاتے تھے۔ اور ظاہر میں سنیوں کے موافق سب باتیں کیا کرتے تھے۔ (۳) شیعہ جو وہ صحابہ کرام کو جھوٹا قرار دینے کی بیان کرتے ہیں۔ اس وجہ کے صحیح یا غلط ہو نیسے قطع نظر کر کے یہ نتیجہ تو ہر شخص نکال لے گا۔ کہ جب وہ ساری جماعت جھوٹی تھی۔ تو قرآن اور معجزات اور دلائل نبوت اور تعلیم نبوی کے چشم دید گواہ سب جھوٹ ہو گئے۔ اور انکی گواہی قابل اعتبار نہ رہی۔ لہذا قرآن مشکوک ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور تعلیمات نبوت سب کی سب مشکوک ہو گئیں۔ اس نتیجہ کے بعد ایک صاحب بصیرت ضرور اس امر کا یقین کر لے گا۔ کہ شیعہ جو وجہ اپنے اس عقیدہ کی بیان کرتے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔ اصلی سبب اس کا محض یہ ہے کہ بانی مذہب شیعہ کو دین اسلام سے عداوت تھی۔ اور اس قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مشکوک بنانے کیلئے چشم دید گواہوں کو جھوٹا قرار دیدیا ہے۔ کسی کے جھوٹ کا نام اتفاق رکھا ہے اور کسی کے جھوٹ کا نام تفسیر رکھا ہے۔ (۴) شیعہ کہتے ہیں کہ ائمہ مذہبی عقائد اور اعمال حضرت علی مرتضیٰ اور دوسرے ائمہ کے تعلیم دئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان عقائد و اعمال کی تعلیم ائمہ نے شیعوں کو غنیہ طور پر نہائی میں دی تھی۔ علانیہ بوجہ خوف کے دئے جاتے ہوئے تھے۔ شیعہ ما دونی جب کوئی کہتا تھا۔ کہ جو باتیں تم ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہو۔ کیا انکی تصدیق اللہ سو کر سکتے ہو۔ تو وہ لوگ صاف انکار کر دیتے۔ کہ ہم ائمہ کو تصدیق نہیں

کرا سکتے۔ اور کبھی ایسا موقع نہ خواہ آگے۔ ڈاکٹر نے شیعوں کو جھٹلادیا۔ اور کہا کہ خدا ان پر لعنت کرے ہم نے انکو کبھی ان باتوں کی تعلیم نہیں کی۔ اب ہیکو خدا نے عقل دی جو وہ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ سنی راویوں کی بات قابل اعتبار ہے جو کہتے ہیں۔ کہ ائمہ نے ہم کو مذہب اہل سنت کی تعلیم صحیح میں بھی دی اور تنہائی میں بھی۔ اور خود ائمہ کو ہم نے مذہب اہل سنت کے موافق عمل کرتے ہوئے دیکھا۔ یا شیعہ راویوں کی جو کہتے ہیں کہ ائمہ مذہب ہم کی تعلیم ہو کہ نصیہ طور پر تنہائی میں دی ہے۔ ہم کسی کے سامنے تصدیق نہیں کرا سکتے۔ اور ائمہ کو جہ تفتیح کے علاوہ مذہب اہل سنت کے موافق عمل کیا کرتے تھے۔

(۵) اگر قبول شیعہ حضرت علی اور دوسرے ائمہ تفتیح کرتے تھے اور علامہ جو کچھ اپنا عقیدہ بیان کرتے تھے اور عمل کرتے تھے۔ انکا اصلی مذہب اہل خلاف تھا۔ تو پھر یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہو کہ جو کچھ انہوں نے سنیوں سے بیان کیا وہ تفتیح تھا۔ اور جو کچھ شیعوں سے بیان کیا وہ انکا اصلی مذہب تھا۔ ممکن ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو۔ بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سب تفتیح ہو۔ انکا اصلی مذہب اسلام کے خلاف کچھ اور ہو۔ مگر چونکہ ہر طرف مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔ لہذا وہ اپنا اصلی مذہب چھپاتے تھے سنیوں کے سامنے سنی بن جاتے تھے۔ اور شیعوں کے سامنے شیعہ۔

(۶) شیعہ جب کسی ناواقف سنی کو اپنے مذہب کی طرف بلاتے ہیں تو اسکو بجائے اس کے کہ اپنے مذہب کی خوبیاں بتائیں۔ اور اپنے مذہب کی حقانیت کے دلائل تعلیم کریں۔ مذہب اہل سنت کی برائیاں سناتے ہیں۔ مطالعہ صحابہ کی روایتیں اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور اہل بیت کی مظلومیت کے راگ گاتے ہیں۔ اور محبت اہل بیت کا منتر پڑھ کر اسکو اپنے دام میں گرفتار کرتے ہیں۔ مگر جب کو خدا نے ذرا بھی عقل اور سمجھ دی ہے وہ فوراً کہہ دیتا ہے کہ صحابہ کرام کے یہ مظالم اور انکی یہ برائیاں اگر صحیح تسلیم کرنی جائیں تو پھر قرآن بھی مشکوک ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کوئی چشم دید شہاد باقی نہیں رہتی۔ لہذا ہم مسلمان ہو کر کبھی ان مطالعہ کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

مطالعہ صحابہ کی جو روایتیں کتب اہل سنت پیش کی جاتی ہیں۔ انکی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم کی روایت وہ ہیں۔ جو پایہ صحت کو نہیں پہنچیں۔ دوسری قسم کی وہ ہیں۔ کہ روایت تو صحیح ہیں۔ مگر مطلب انکا غلط بیان کیا جاتا ہے۔ تیسری قسم کی وہ ہیں۔ کہ ان میں حقیقت طعن کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ بعض امور ان میں وہ ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

(۷) شیعہ صاحبان جب اپنی تبلیغ میں بہت ترقی کرتے ہیں۔ تو مسئلہ خلافت کو پیش کر دیتے ہیں۔ اگرچہ مسئلہ خلافت میں انکو دخل دینے کا حق نہیں کیونکہ جب انکا ایمان قرآن شریف پر نہیں ہے۔ تو فروعات کی بحث انکو کیا تعلق ہو سکتی۔ اس سے قطع نظر کہ خلافت کے متعلق شیعوں کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نام تو یہ کرتے ہیں ہم آیت قرآنی سر استدلال کرتے ہیں۔ مگر آیت برائے نام ہوتی ہے۔ اور استدلال الہی بنیاد تمام تر روایا پر ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے اہل سنت حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافت حقیقہ آیت قرآنیہ سے ثابت کرتے ہیں۔ جن میں خداوند کریم نے خلافت کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہیں غلیفہ موعود کے اوصاف و علامات بیان فرمائے ہیں۔ کہ اگر تینوں خلفاء کی خلافت کا انکار کر دیا جائے۔ تو ان آیات کے صادق ہونے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔

(۸) شیعوں کا مسئلہ امامت بھی خوب ہے۔ اور اسی مسئلہ امامت کو وہ اپنا طریقہ امتیاز قرار دیتے ہیں اسی مسئلہ کی وجہ سے اپنے کو امامیہ کہتے ہیں شیعہ اس مسئلہ کو ایک نہایت دل فریب شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیعوں کے امام معصوم ہیں اور منجانب اللہ مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اور اہل سنت کے امام غیر معصوم اور انسانوں کے مقرر کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جس فرقہ کا امام غیر معصوم ہو اس کے گمراہ ہونے میں کیا شک ہو۔ اس لئے غیر معصوم سے خطا کا صدور ہوگا۔ اور اس خطا میں بھی اسکی پیروی کی جائیگی۔ لہذا غیر معصوم کے لئے دالے سب خاطمی ہوئے۔

مگر جن کو خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ وہ اسی مسئلہ آگاہ و مذہب شیعہ کے بطلان کی بہترین دلیل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ امام کا معصوم ہونا اور اسکی ہر بات کا واجب الاتباع ہونا ختم نبوت کے منافی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور لوگ بھی مثل آپ کے معصوم ہوئے اور ان کے احکام بھی مثل آپ کے احکام کے واجب الاطاعت ہوئے۔ تو ختم نبوت کے کیا معنی رہ گئے۔ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ نبوت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ آپ کے بعد نہ کوئی معصوم ہے نہ مثل آپ کے واجب الاطاعت ہے۔ اور جب طرح نماز جماعت میں امت ایک شخص کو اپنا امام منتخب کر لیتی ہے اس طرح امریاست کے انتظام کیلئے امت ہی پر فرض ہے کہ کسی کو اپنا امام بمعنی خلیفہ مقرر کرے۔ یہ دوسری بات ہے کہ تینوں خلفائے کرام کیلئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارتاً واضح ارشاد فرمادئے۔ اور آیات قرآنیہ نے بھی ان میں لیاقت خلافت ظاہر کر دی۔

اب صاحبان عقل سمجھ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو بے تعداد سلامی فرقہ ہیں۔ جو سب باوجود باہمی شدید اختلافات کے دونوں خیر و غیر متفق ہیں اور ایک طرف مٹھی بھر فرقہ شیعہ ہے جو ان دونوں چیزوں میں اختلاف کرتا ہے۔ آیا وہ کثیر التعداد فرقے خطا پر کسے جاسکتے ہیں۔ یا ایک فرقہ شیعہ ؟

(۱۰) مذہب شیعہ میں جھوٹ بولنا اور گالی دینا بڑا کٹنا اور دنا کرنا جس کو منہہ کہتے ہیں۔ بڑی عظیم الشان عبادت ہے۔ جھوٹ بولنے کو تقیہ کہتے ہیں۔ اور انکی معتبر کتابوں میں مثل اصول کافی وغیرہ کے ہے کہ دین کے ہر حصہ تقیہ میں ہیں۔ اور جو تقیہ نہ کرے وہ بدین ہے ایمان ہے۔ گالی بکنے اور بڑا کٹنے کو تبرا کہتے ہیں۔ اور اسکے عظیم الشان فضائل بیان کرتے ہیں متعہ کی یہ فقہیت ہے۔ کہ ایک مرتبہ متعہ کر نیے امام حسین کا مرتبہ ملتا ہے۔ دو مرتبہ متعہ کر نیے امام حسن کا تین مرتبہ میں حضرت علی کا۔ چار مرتبہ میں رسول خدا کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ دیکھو تفسیر منہج الصادقین۔

اب صاحبان عقل اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تینوں چیزیں جس مہرب میں عبادت ہوں وہ مذہب کیا ہوگا۔

۵ دین شان کذب ست و دشنام و فحش و بربزباں
صدق و حلم و دہلا و پست از آن شمای

اس مسئلہ امامت میں علاوہ اسکے کہ ختم نبوت کی صریح مخالفت ہے ایک بات بھی ہے کہ فطرت کے خلاف شیعوں نے بارہ امام قیامت تک کے لئے فرض کر کے یہ مان لیا کہ بارہویں امام کے وقت میں قیامت آجائے گی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ تو انکو یہ بات ایجاد کرنی پڑی۔ کہ امام پیدا ہو کر صدیوں غائب ہیں۔ اور قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے۔

ایک بات بھی اس مسئلہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے خود اپنے معصوم ہونے کی نفی کی ہے۔ اور لوگوں کے لئے سامنے ان کی بات سے احکام پر اعتراضات کئے۔ اور انہوں نے ان اعتراضات کو صحیح تسلیم فرمایا۔

اہلسنت کہتے ہیں کہ امام کے وہی احکام واجب الاطاعت ہوتے ہیں جو قرآن اور سنت مطابقت ہوں۔ امام کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ اپنی طرف سے کوئی حکم دے۔

(۹) اسلام میں بہت فرقے ہو گئے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اسکی پیشین گوئی بھی ہے۔ مگر ان مختلف و متعدد فرقوں کا ان دو چیزوں پر اتفاق رہا۔ اول یہ کہ قرآن خدا کی کتاب ہے۔ اور کامل حفاظت کے

حضرت عسراور گدا

(صاحبزادہ محمد عسراور صاحب سرائے پیران)

ایک دن فاروق کو دوران گشت
آپنے پوچھا ہے کیا وجہ معاش
آسرا رب پر ہے وہ کہنے لگے
آپ نے فرمایا پھر تو یوں کہو !
تم نیچے مفت خور ہو تمام
کسب کر کے رزق تم پیدا کرو
جان لو کا سب سے مولا کا حبیب
ناطق حق سے یہ سنکر یہ قول حق
حامل حق خود ہے وہ عمر بھر

آئی ٹولی اک فقیروں کی نظر
کس طرح اوقاف ہوتی ہے بسر
یعنی ہوتی ہے توکل پر گذر
دوسروں کی ہے کمائی پر نظر
ہے سمجھ رکھا گدا ئی کو ہنر
نخل سے اپنے کرو حاصل ثمر
حب حکم ہادی جن و بشر
باندھ لی سب سے مکا سب پر کمر
بھرنہ کیوں کرتا اثر قول عسرا

نشت سازی کر کے پالے پیٹ جو

کیوں نہ اسکی ذات ہو پھر معتبر !